رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۸۳۵

روزنامہ
الفضل
قادیان

ایڈیٹر۔ غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت ششماہی اندرون ہند ۸ ؏ ـ قیمت ششماہی بیرون ہند ۹ لعہ

جلد ۲۲	مورخہ ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ	یوم چہارشنبہ	مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۳۵ء	نمبر ۱۴۷

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۲ اپریل۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اچھی ہے ۞

سیدہ ام طاہر احمدؐ حرم ثانی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ ہنوز بیمار ہیں۔ اُن کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کی جائے ۞

۲۲ اپریل۔ آج بعد نماز عصر مسجد مبارک میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے جناب چودھری فتح محمدؐ صاحب سیال ناظر اعلےٰ کا نکاح رفیعہ بیگم صاحبہ بنت جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب کے ساتھ دو ہزار مہر پر پڑھا۔ خدا تعالےٰ مبارک کرے ۞

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء سے قادیان میں بجلی کے کھمبے زیر اہتمام مسٹر ایل۔ ایچ ایڈوانی انچارج۔ اور مسٹر آر ڈبلیو مارٹن اسسٹنٹ انچارج نصب کئے جانے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ انچارج صاحب کا سٹاف تین سپرنٹنڈنٹوں تین کلرکوں ایک اوورسیر اور ایک سٹور کیپر پر مشتمل ہے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ تین ماہ تک کام تکمیل کو پہونچ جائے گا ۞

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دشمنانِ احمدیت ہمارے لئے نقارہ کا کام دے رہے ہیں

فرمایا:۔ اعداء کا وجود بھی ہمارا ایک نقارہ ہے۔ جو اعلان کا باعث ہو رہا ہے نقارے بھی تو کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک دشمن کا وجود بھی ہے۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت لکھی ہے۔ کہ ایک شخص کسی کے مکان میں نقب لگا رہا تھا۔ اس صاحب مکان کا پڑوسی کہیں ادھر آنکلا۔ اس نے چور سے پوچھا۔ کہ تو کیا کرتا ہے۔ چور نے جواب دیا کہ میں ڈھول بجاتا ہوں۔ اس نے کہا۔ اس سے آواز تو آتی نہیں۔ چور نے کہا۔ کہ کل صبح کو تو سن لے گا۔ کہ اس سے کیسی آواز آتی ہے۔ اسی طرح پر یہ اعداء ہمارے نقارے ہیں۔ اور اعلان کر رہے ہیں۔

(الحکم ۳۰ اپریل ۱۹۰۳ء)

مکتب اُمّی کے مبتدی

جو آئے مکتبِ اُمّیؐ میں طفلِ مبتدی ہوکر
وہ ہر مضمون میں باتعریف نکلے منتہی ہوکر
حسن تم سے کوئی پوچھے کہ دیکھے تو یوں کہدو
شہید و صالح و صدیق ہوکر اور "نبی" ہوکر

حسن رہتاسی

مسجد محلہ دارالبرکات قادیان

دارالبرکات وہ محلہ ہے جس میں ریلوے سٹیشن واقعہ ہے خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ محلہ جلد جلد آباد ہو رہا ہے۔ اور اس وقت اس محلہ میں ۶۰ کے قریب مکانات بن چکے ہیں۔ مرکز سلسلہ احمدیہ جماعت قادیان کی نئی تنظیم جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت مسجد وار ہوئی ہے۔ اس میں محلہ دارالبرکات کا انتظام الگ ہو گیا تھا۔ چنانچہ یکم ستمبر ۳۴ء سے اہلیان محلہ نے الگ کھلے میدان میں نمازیں پڑھنی شروع کر دی تھیں۔

مسجد کے لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک کنال زمین دی۔ جس کا تبادلہ خاکسار کی باموقع ایک کنال زمین سے کر لیا گیا اس مسجد کی طیاری کے لئے ملک محمد طفیل صاحب اوورسیر سے نقشہ طیار کرایا گیا۔ خرچ کا اندازہ ۳۲۰۰ روپیہ ہے۔ وہ اصحاب جو اس محلہ میں رہتے ہیں۔ یا وہ اصحاب جو اپنی رہائش کے لئے اس محلہ میں آباد ہونے کی غرض سے زمین خرید چکے ہیں۔ ان پر اس مسجد کی طیاری کا فرض عائد ہوتا ہے۔ انہیں چاہیئے۔ کہ جلد حسب توفیق رقوم ارسال کرکے ممنون فرمائیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور تعمیر کا کام زیر نگرانی ملک محمد طفیل صاحب اوورسیر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھت پڑ چکی ہے۔ مگر ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ اور خرچ کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے وہ اصحاب جو اس محلہ میں اپنے مکانات بنانے کے لئے زمین خرید چکے ہیں۔ وہ براہ مہربانی جسقدر بھی روپیہ بھجوا سکتے ہیں۔ بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ یہ روپیہ خاکسار کے نام آنا چاہیئے۔ یا بذریعہ محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان بھجوایا جائے۔ خاکسار محمد اسمٰعیل پریذیڈنٹ محلہ دارالبرکات قادیان

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

۱۹ تا ۲۲ اپریل ۱۹۳۵ء کو بیعت کرنیوالوں کے نام

ذیل کے اصحاب بذریعہ خطوط و دستی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخل احمدیت ہوئے :

نمبر	دستی بیعت	نمبر	تحریری بیعت
۱	عبد الصادق صاحب ضلع گجرات	۷	اللہ دتا صاحب ضلع سیالکوٹ
۲	چودہری بدر الدین صاحب "	۸	خالد حمیدی صاحب دہلی
۳	محمد شفیع صاحب ضلع گورداسپور	۹	محمد عبد الرحمٰن صاحب ریاست جموں
۴	حکیم عمر الدین صاحب ضلع ہوشیارپور	۱۰	عبد الغنی صاحب ضلع امرتسر
۵	چودہری نصر اللہ خان صاحب	۱۱	محمد ابراہیم خان صاحب "
[illegible]	سفید پوش ضلع سیالکوٹ	۱۲	مستری عطا محمد صاحب سرگودھا
۶	صاحبا صاحب ضلع سرگودھا	۱۳	ہدایت بیگم صاحبہ ضلع لاہور

خمسہ بر اشعار حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

از جناب محمد عبد القادر صاحب صدیقی۔ حیدر آباد دکن

غمخواریوں میں جاں کو لڑانا پڑے ہمیں ۔ اور ذرہ ذرہ تن کا اڑانا پڑے ہمیں
آنکھوں سے خون اپنے بہانا پڑے ہمیں ۔ غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں
اغیار کا بھی بوجھ اٹھانا پڑے ہمیں

جاری رہے ہمیشہ سدا چشمۂ ہدیٰ ۔ ہوتا رہے بلند۔ یوں ہی ذکرِ کبریا
ہم صدق دل خلوص سے کہتے ہیں برملا ۔ اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں

جوشِ مخالفت میں ہوا دن ہے مثلِ رات ۔ ہر طرح ہم پہ تنگ ہوا عرصۂ حیات
تا کے یہ جوش اور غضب اور یہ عتاب ؟ ۔ سن مدعی نہ بات بڑھا۔ تا نہ ہو یہ بات
کوچہ میں اس کے شور مچانا پڑے ہمیں

جور و جفا و ظلم و ستم خوب وہ کریں ۔ افسوس اور ندامت و خفت میں ہم مریں
شیطانیت کا نام وہ انسانیت رکھیں ۔ یہ کیسا عدل ہے۔ کہ کریں اور ہم بھریں
اغیار کا بھی قضیہ چکانا پڑے ہمیں

سمجھائیں گے اخوتِ اسلام کچھ بھی ہو ۔ بتلائیں گے ضرورتِ اسلام کچھ بھی ہو
منوائیں گے مودتِ اسلام کچھ بھی ہو ۔ پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

یہ بات لازمی ہے مقدر ہے برقرار ۔ کوئی نہیں جو روک سکے فضلِ کردگار
ڈنکے کی چوٹ سن لو کہو کیسی ہے پکار ۔ محمود کرکے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

بقیہ صفحہ ۳

سے محض اپنی جہالت اور نادانی کے باعث یہ سمجھ لیا۔ کہ (۱) جناب موصوف کا تقرر مستقل نہیں ہے۔ بلکہ چند روزہ ہے۔ (۲) سر جوزف بھور لنڈن سے واپس آکر اپنے عہدہ کا چارج لے لیں گے۔ (۳) جناب چودہری صاحب کو چند ماہ کے لئے عارضی طور پر اس منصب پر فائز رکھنے کے بعد انہیں کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے گا۔ (۴) یہ نتیجہ ہے ان صداہائے احتجاج کا جو "احسان" اور اس کے ہمنواؤں نے بلند کیں (۵) ان صداہائے احتجاج کی شدت میں کسی قسم کا فرق نہیں آنا چاہیئے۔ تاکہ جناب چودہری صاحب موصوف کا تقرر جو ابھی تک محض عارضی اور چند روزہ ہے۔ مستقل نہ بن جائے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی درست نہیں۔ اور یہ تمام کی تمام شقیں "مدیر و سردبیر" کی جہالت و نادانی کا کھلا اور واضح ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ کیونکہ ہر ایک صاحب ہوش و خرد جانتا ہے۔ کہ جناب چودہری صاحب موصوف کا تقرر اس منصب پر مستقل ہو چکا ہے۔ آج سے بہت عرصہ قبل اس کے متعلق سرکاری اعلان ہو چکا ہے۔ اور سر جوزف بھور کے عہدہ میں توسیع سے جو محض ان کو کار خاص پر مقرر کرنے کی وجہ سے کی گئی ہے۔ کوئی معمولی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ جناب چودہری صاحب موصوف کا منصب عارضی ہے۔ چند ماہ کے بعد انہیں کسی اور جگہ بھیج دیا جائے گا۔ اور سر جوزف بھور لنڈن سے واپس آکر اپنے عہدہ کا چارج لے لیں گے۔ مگر "مدیر و سردبیر" نے یہی سمجھا۔ اور نہ صرف سمجھا۔ بلکہ بڑے زور شور سے اس کا اعلان بھی کیا۔ اور اب جبکہ ان کی جہالت و نادانی ام نشرح ہو چکی ہے۔ انہیں اصرار ہے۔ کہ جو کچھ انہوں نے سمجھا۔ اور جو کچھ لکھا وہی درست ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ انہوں نے جو عذر جہالت پیش کیا ہے۔ اس نے ان کو پورے طور پر جہل مرکب ثابت کر دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مؤرخہ ۲۰ محرم ۱۳۵۴ھ

اخبار "احسان" کے "مدبر و سردبیر" کا عذر جہالت

جہالت و نادانی کی انتہاء اور اس پر اصرار

اخبار "احسان" کے "مدبر و سردبیر" صاحب نے تمام عملہ کے جناب چودہری ظفر اللہ خانصاحب کے وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل میں تقرر کے متعلق جہالت اور نادانی کا جو شرمناک مظاہرہ حال میں کیا۔ وہ ایسا کھلا اور اتنا واضح تھا۔ کہ اس کے متعلق کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ مدیر موصوف اسے درست ثابت کرنے کیلئے کوئی عذر پیش کرنیکی جرأت کریں گے اور اسطرح اپنی جہالت اور نادانی میں مزید اضافہ کرنا پسند کرینگے لیکن معلوم ہوتا ہے مدیر صاحب "احسان" ہمارے مقابلہ میں اس مقام پر پہونچ چکے ہیں۔ جہاں شرم و حیا اور عقل و ہوش کی تمام حدود قطع کرنیوالے پہونچا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی جہالت اور نادانی کی حمایت میں یہ عذر پیش کیا ہے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ قادیانی اس بات پر بہت آتش زیر پا ہو رہے ہیں۔ کہ ہم نے چودہری ظفر اللہ خان کے موجودہ تقرر کو عارضی کیوں لکھا۔ یہ کیوں نہ لکھدیا۔ کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے مدت العمر کے لئے وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل کی رکنیت کا قبالہ چودھری صاحب کے حق میں لکھدیا ہے"۔

حالانکہ ہم نے جو کچھ لکھا اس کی وجہ یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ "احسان" نے جناب چودہری صاحب کے تقرر کو کلیتہً عارضی اور چند روزہ قرار دیکر بغلیں بجائیں۔ اور یہ ظاہر کیا۔ کہ انہیں صرف سر جوزف بھور کی واپسی تک مقرر کیا گیا ہے۔ اور یہ احراریوں کی صدا ہائے احتجاج کا نتیجہ ہے۔

"احسان" نے اس اصل بات کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تائید میں اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کی ایک خبر اور ایک پریس کمیونک کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ جس میں ذکر ہے۔ کہ سر جوزف بھور کو ۱۳ ر اپریل بعد دوپہر سے ہز میجسٹی کنگ ایمپرر کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں لنڈن میں ہندوستان کی طرف سے نمائندگی کرنے کے لئے کار خاص پر لگایا گیا ہے۔ ان کی غیر حاضری میں چودہری ظفر اللہ خان عارضی طور پر ریلوے اور کامرس کے صیغہ کے انچارج رہیں گے۔ اور اسی بناء پر لکھا ہے۔

"ہم نہیں جانتے۔ کہ سرکاری اعلان میں چودہری صاحب کے تقرر کو بار بار عارضی قرار دیئے جانے کے باوجود ہم الفضل کی خاطر یہ کس طرح باور کرلیں۔ کہ چودہری ظفر اللہ خان مستقل طور پر اس منصب کی کرسی پر براجمان ہو گئے ہیں۔ اور دنیا کا وہ کونسا عقلمند اور عالم انسان ہے۔ جو اسے مستقل تقرر ظاہر کرنے کی جرأت کر سکتا ہے باقی رہی یہ بات کہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل چودہری صاحب کے تقرر کو جب چاہیں مستقل کر سکتے ہیں۔ اس سے نہ ہم نے کبھی انکار کیا ہے۔ اور نہ ہم وائسرائے کے ان اختیارات میں دخل دینے کے مجاز ہیں"۔

گویا "مدبر و سردبیر" صاحب کے نزدیک ہم نے اس بات پر اعتراض کیا ہے۔ کہ انہوں نے جناب چودہری صاحب کے موجودہ تقرر کو عارضی کیوں لکھا۔ حالانکہ انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا۔ کہ جناب چودھری صاحب کو اس منصب پر مستقل نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ "جب حکومت جناب چودہری صاحب کے مستقل تقرر کا اعلان کر دیگی۔ تو انہیں اس تقرر کو مستقل کہنے میں کسی قسم کا تامل نہ ہوگا لیکن جب تک یہ تقرر عارضی ہے وہ اسے مستقل نہیں کہہ سکتے"۔

معلوم ہوتا ہے۔ یہ عذر جہالت پیش کرتے ہوئے "سردبیر" صاحب نے اپنے سابقہ الفاظ کو بھی نذر جہالت کر دیا ہے۔ ورنہ وہ قطعاً اس قسم کا بیہودہ عذر پیش کرنیکی جرأت نہ کرتے۔ وہ ذرا ہوش و حواس کو بجا کر کے فرمائیں۔ کیا انہوں نے یہ نہیں لکھا تھا۔ کہ "آج سے چند ماہ پیشتر جب اس منصب کے لئے چودہری ظفر اللہ خاں قادیانی کی نامزدگی کا اعلان کیا گیا تھا۔ تو یہی نظر آتا تھا۔ کہ چودہری صاحب پانچ سال کی مدت کے لئے حکومت ہند کے رکن بننے والے ہیں ان جلسہ ہائے ضیافت میں بھی جو لاہور میں مرزائیوں نیم مرزائیوں یا سرکاری حلقہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی طرف سے چودہری صاحب کے اس نئے اعزاز میں منعقد ہوئے۔ اسی خیال کا اظہار کیا گیا۔ کہ چودہری صاحب مستقل طور پر حکومت ہند کے رکن بن رہے ہیں اور برابر پانچ سال اپنے نئے عہدہ کو مرزائیت کی ترقی کے لئے استعمال کرتے رہیں گے۔ لیکن تازہ سرکاری اعلان ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان کا تقرر محض عارضی ہے۔ اور سر جوزف بھور لنڈن سے واپس آکر اپنے عہدہ کا چارج لے لیں گے"۔

اور کیا ان سطور میں صاف اور واضح الفاظ میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ:۔

(۱) جس وقت جناب چودہری ظفر اللہ خانصاحب کے تقرر کا اعلان کیا گیا تھا۔ تو یہی نظر آتا تھا۔ کہ وہ پانچ سال کی مدت کے لئے حکومت ہند کے رکن بننے والے ہیں

(۲) احمدیوں اور دوسرے سرکاری و غیر سرکاری معززین کی طرف سے لاہور میں جناب چودہری صاحب کے اس نئے اعزاز میں منعقد ہونے والے جلسہ ہائے ضیافت میں بھی اسی خیال کا اظہار کیا گیا۔ کہ جناب چودہری صاحب مستقل طور پر حکومت ہند کے رکن بن رہے ہیں۔

(۳) لیکن مدبر صاحب کے نزدیک تازہ سرکاری اعلان نے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ تقرر محض عارضی ہے۔

(۴) سرکاری اعلان نے سرکاری و غیر سرکاری اصحاب کے اس خیال کو غلط ثابت کر دیا۔ کہ جناب چودہری صاحب کا تقرر مستقل ہے۔ اور پانچ سال کے لئے ہے۔ اور یہ ظاہر کر دیا۔ کہ ان کا تقرر محض عارضی اور چند روزہ ہے

(۵) جناب چودہری صاحب کو اس عہدہ پر مستقل نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ سر جوزف بھور لنڈن سے واپس آکر اپنے عہدہ کا چارج ان سے لے لیں گے۔

یہ سب کی سب باتیں "مدبر و سردبیر" کے ان الفاظ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ جو حرف بحرف اوپر پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن اب نہایت بھولے پن سے فرما رہے ہیں۔ کہ ہم نے مستقل تقرر کا کب انکار کیا ہے۔ ہم نے تو صرف موجودہ تقرر کو عارضی قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ اگر مستقل تقرر کا انکار نہیں کیا گیا۔ تو یہ کہنے کا کیا مطلب تھا؟ کہ آج سے چند ماہ پیشتر جناب چودہری صاحب کی نامزدگی کے متعلق جو یہ خیال کیا گیا تھا۔ کہ وہ پانچ سال کے لئے ہے۔ وہ درست نہیں۔ اور ان کے اعزاز میں منعقد ہونے والے جلسوں میں جو اس خیال کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہ چودہری صاحب مستقل طور پر حکومت ہند کے رکن بن رہے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

پھر اگر مستقل تقرر کا انکار نہیں کیا گیا۔ تو یہ نتیجہ کس بناء پر اخذ کیا گیا تھا۔ کہ "بہت ممکن ہے حکومت ہند کے ارباب بست و کشاد وائسرائے ہند اور وزیر ہند پر آٹھ کروڑ مسلمانوں کی صدا ہائے احتجاج نے کوئی اثر پیدا کیا ہو۔ جو اس وقت سے جب سے حکومت نے چودہری صاحب کو اس انعام سے نوازنے کا ارادہ کیا تھا۔ برابر بلند ہو رہی ہیں۔ اور اس اعلان کے بعد چودہری صاحب کے متعلق کہا جا چکا تھا۔ رائے عامہ کے مطالبہ کی تکمیل کی یہ صورت پیدا ہو گئی ہو۔ کہ چودہری صاحب کو صاف طور پر علیحدہ کرنے کی بجائے چند ماہ کے لئے عارضی طور پر اس منصب پر فائز رکھنے کے بعد انہیں کسی دوسری جگہ بھیجدیا جائے"

اگر یہ مستقل تقرر کا انکار نہیں تھا۔ تو پھر وہ کیا اثر تھا۔ جو "مدبر و سردبیر" کے خیال میں صدا ہائے احتجاج نے حکومت ہند کے ارباب بست و کشاد وائسرائے ہند اور وزیر ہند پر پیدا کیا تھا۔ اور رائے عامہ کی تکمیل کی یہ صورت کیونکر خیال میں آسکتی تھی۔ کہ چودہری صاحب کو صاف طور پر علیحدہ کرنے کی بجائے چند ماہ کے لئے عارضی طور پر اس منصب پر فائز رکھنے کے بعد انہیں کسی دوسری جگہ بھیج دیا جائے گا۔ کیا کسی عہدہ پر مستقل کرنے کی یہ صورت کسی ہوش، و عقل رکھنے والے انسان کے ذہن میں آسکتی ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو "مدبر سردبیر" احسان کو غور کرنا چاہئے۔ کہ وہ جو عذر جہالت پیش فرما رہے ہیں۔ وہ کسی صاحب فہم و فراست کے نزدیک قابل پذیرائی ہے۔ یا جہالت و نادانی کا مزید ثبوت۔

پھر اگر جناب چودہری صاحب کے مستقل تقرر کا انکار نہیں کیا گیا تھا۔ تو یہ لکھنے کا کیا مطلب تھا۔ کہ "ان کو عہدہ پر فائز دیکھکر بہت سے دنیا پرست مسلمان ان کی حمایت میں زور شور سے پروپیگنڈا کرنے لگیں گے۔ اور اس طرح کوشش کریں گے کہ ان کے عارضی تقرر کو مستقل بنوا دیا جائے"۔

اگر "مدبر و سردبیر" کے نزدیک جناب چودہری صاحب کا تقرر مستقل ہو چکا تھا۔ تو پھر اس بات کی کیا ضرورت اور کونسا موقع تھا کہ انکے عارضی تقرر کو مستقل بنوانیکی کوشش کیجاتی، کہ اسکے خلاف شور مچانے کیلئے کہا گیا۔

غرض "مدبر و سردبیر" احسان کی سابقہ تحریر کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے۔ کہ انہوں نے جناب چودہری صاحب موصوف کو سر جوزف بھور کے کار خاص پر لگائے جانے کے عرصہ میں عارضی تقرر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

قومیتوں اور رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹا کر ایک ہو جاؤ

اسلام کا بلند ترین نصب العین دُنیا میں کامل مساوات قائم کرنا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۵ اپریل سنہ ۱۹۳۵ء

سورۂ فاتحہ اور آیاتِ قرآنیہ اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃٍ فیھا مصباح۔ المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ۔ یکاد زیتھا یضیٔ ولولم تمسسہ نار۔ نورٌ علیٰ نور۔ یھدی اللہ لنورہ من یشآء ویضرب اللہ الامثال للناس۔ واللہ بکل شیٔ علیم۔ فی بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہٗ۔ یسبح لہٗ فیھا بالغدو والاٰصال رجالٌ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیعٌ عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ۔ یخافون یوماً تتقلب فیہ القلوب والابصار لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا ویزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ جمعہ کے بعد

مجلس شوریٰ کا اجلاس

ہوگا۔ اس لئے جمعہ کی نماز کے ساتھ ہی میں عصر کی نماز جمع کر کے پڑھا دُوں گا۔ یہ چند آیات جو مَیں نے قرآن کریم کی تلاوت کی ہیں۔ اپنے اندر

ایک نہایت ہی وسیع مضمون

رکھتی ہیں۔ اور اس کے بہت سے چھوٹے چھوٹے جملے لمبی تفسیر چاہتے ہیں۔ ایسی تفسیر کہ جو اختصار کے ساتھ بھی ایک خطبہ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی۔ تو

سُورۂ جمعہ کی طرح

آئندہ خطبات میں تفصیلاً اس کو بیان کروُنگا۔ فی الحال جس غرض کے لئے میں نے یہ آیات پڑھی ہیں۔ وُہ یہ ہے۔ کہ انبیاء کی بعثت کا اصل مقصد دُنیا میں

قومیتوں اور دائروں کو مٹانا

ہوتا ہے۔ انبیاء جو نور لے کر دُنیا میں آتے ہیں اور جس نُور کے ذریعہ وُہ دُنیا کو روشن کرتے ہیں۔ وُہ لاشرقیۃ ولا غربیۃ ہوتا ہے نہ وُہ مشرقی ہوتا ہے۔ نہ مغربی۔ بلکہ وُہ آسمانی ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی خاص جگہ کا نہیں بلکہ اللہ نور السمٰوات والارض وُہ مغرب کا ہے۔ نہ مشرق کا۔ شمال کا ہے۔ نہ جنوب کا۔ زمین کا ہے نہ آسمان کا۔ بلکہ

آسمان اور زمین کا نُور

ہے۔ جب تک کسی جماعت میں یہ تعلیم قائم رہتی ہے۔ وُہ فاتح۔ غالب۔ کامیاب اور کامران رہتی ہے۔ اور جب کوئی جماعت اس تعلیم کو بھول جاتی ہے۔ اس کے اندر تنزل اختلاف

انشقاق اور افتراق

پیدا ہو جاتا ہے۔ دل تبھی پھٹتے ہیں۔ جب دوئی آجائے۔ جب ایک مشرق ہو۔ اور ایک مغرب۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ دُنیا میں دو چیزیں ہوں لیکن جب نہ مشرق ہو۔ نہ مغرب۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی

انسان کا مقصُود

ہو۔ جو نور السمٰوات والارض ہے مغرب میں بھی وُہی نُور ہے۔ اور مشرق میں بھی شمال میں بھی وُہی نُور ہے۔ اور جنوب میں بھی۔ پس جب وُہی چیز ہر جگہ ساری و طاری ہو۔ تو پھر یہ جھگڑا کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ

ہم کون اور تم کون

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب دُنیا میں مبعوث ہوئے۔ اس وقت قوموں کے سوال زوروں پر تھے۔ آپ کی بعثت عرب میں ہوئی اور عرب

قومیت کے بڑے پابند

تھے۔ ان کے اندر یہ پابندی اس حد تک تھی۔ کہ بعض قبائل کے آدمی اگر کسی دُوسرے قبیلہ کے کسی شخص کو مار دیتے۔ تو انہیں سزا نہ دی جاتی۔ کیونکہ لوگ کہتے۔ یہ چھوٹے قبیلے کا آدمی تھا۔ اور وُہ بڑے قبیلے کا آدمی ہے تو بڑے بڑے قبائل اپنے لئے دُوسرے قانون کا تقاضا کرتے۔ اور چھوٹے قبائل اور قانون کا تقاضا کرتے۔ یہاں تک کہ ان کے شور دہی بالکل کوئی مطالبہ نہ کر سکتے۔ اگر کوئی غلام مارا جاتا۔ تو اس کے بدلے آزاد شخص قتل نہ کیا جا سکتا۔ پھر یہ امتیاز اس حد تک تھا۔ کہ اگر ایک

بڑے آدمی کا غُلام

چھوٹے آدمی کے غلام کو مار دیتا۔ تو پھر بھی فرق کیا جاتا۔ اور کہا جاتا۔ کہ گو ایک غلام نے غلام کو مارا ہے۔ مگر یہ بھی تو دیکھو۔ کہ کس کے غلام نے کس کے غلام کو مارا۔ مارنے والا بڑے آدمی کا غلام ہے۔ اور مارا جانے والا چھوٹے آدمی کا غلام ہے۔ اس صورت میں سزا کس طرح دی جا سکتی ہے۔ تو

امتیازِ نسل اور امتیازِ مدارج

اُن میں انتہا درجہ پر ترقی یافتہ تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے۔ تو آپ نے یہ امتیاز ایسا مٹایا۔ کہ آجکل باوجود تنزل کے باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں اور عیسائیوں سے پھر امتیازات لے لئے ہیں۔ آج تک غیر قومیں یہ کہتی ہیں کہ اچھوت اگر کھپ سکتے ہیں تو مسلمانوں میں ہی۔ دُوسری قوموں میں نہیں یہ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کی اب تک کیفیت ہے

عرب کا ایک قبیلہ

تھا۔ بہت زبردست قبیلہ۔ کوئی ساٹھ ہزار آدمی اس میں تھے۔ یہ پُرانے زمانہ میں عیسائی ہو چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں غالباً پھر مسلمان ہُوئے۔ ان کا ایک

سردار جبلہ نامی

تھا۔ یہ لوگ شام کی سرحد پر رہتے تھے ایک دفعہ جبلہ حج کے لئے یا کسی اور غرض کے لئے عرب میں آیا۔ تو وُہ ایک دن پھر رہا تھا۔ کہ کسی اور مسلمان کا پاؤں اس کے ازار لینی تہ بند پر پڑ گیا۔ جس سے اُسے جھٹکا لگا۔ اور وُہ ڈھیلا ہو گیا۔ جبلہ نے یہ دیکھا۔ تو اس نے مسلمان کو تھپڑ ماری۔ اور کہا۔ بدتمیز آدمی تم

شریف اور وضیع میں فرق

کرنا نہیں جانتے۔ اور دیکھتے نہیں۔ کہ کس کے ازار پر تم نے پاؤں رکھا۔ اُس شخص نے تو یہ دیکھ کر کہ یہ کوئی نووارد آدمی ہے۔ خاموشی اختیار کر لی۔ مگر کسی اور شخص نے جبلہ سے کہا کہ تجھ سے ایک ایسی حرکت ہُوئی ہے۔ کہ تیری بڑی عزت بھی اس کی سزا سے تجھے نہیں بچا سکتی۔ بہتر یہی ہے۔ کہ تم اس سے

معافی مانگو

جبلہ نے کہا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ میں معافی مانگوں۔ اسی جوش میں وُہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس گیا۔ اور کہا اے بھائی میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا آپ میں چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں ہوتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان سب برابر ہیں۔ چھوٹے بڑے کا ہم میں کوئی سوال نہیں۔ اس نے پھر پوچھا۔ کہ دُنیا میں کوئی چھوٹا ہوتا ہے۔ کوئی بڑا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ کہ

ہم میں کوئی بڑا چھوٹا نہیں

اس نے کہا۔ اگر کوئی چھوٹا آدمی گستاخی کرے۔ اور بڑا اسے مارے۔ تو کیا اس صورت میں بھی آپ لوگوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبلہ کہیں تم نے تو کسی کو نہیں مارا۔ خدا کی قسم اگر تم نے کسی کو مارا ہے۔ تو جب تک میں تجھے اسکے بدلہ میں پٹوا نہ لونگا۔ مجھے چین نہیں آئیگا۔ اس وقت تو جبلہ وہاں سے بہانہ بنا کر آ گیا۔ مگر واپس آ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے قبیلہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور اپنے تمام قبیلہ سمیت پھر عیسائی ہو گیا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکی کوئی پروا نہ کی۔

غرض اسلام قوموں کے امتیازات کو مٹا دیتا ہے۔ مگر یہ امتیازات بھی قلوب میں کچھ اس طرح داخل ہو چکے ہیں کہ لوگ ان کے مٹنے کی برداشت نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اسلام نام ہے ایک نئی زندگی اور

نئی پیدائش

کا۔ گویا ہر انسان جو اسلام لاتا ہے یا احمدیت قبول کرتا ہے وہ اپنے

پچھلے جسم پر ایک موت

وارد کرتا اور پھر اسلام کے گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے اپنے آباء و اجداد کو وہ چھوڑ دیتا ہے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو۔ اور سب کچھ ترک کر کے

اسلام کے گھر میں جنم

لیتا ہے۔ اسلام ہی اس کا باپ ہوتا ہے اسلام ہی اس کی ماں ہوتی ہے اور تمام کے تمام مسلمان اس کے بھائی اور بہنیں ہوتے ہیں۔ اور ایک ماں باپ کی اولاد میں فرق تھوڑا ہو سکتا ہے۔ انگریزی قوم اپنی

فتوحات کی وسعت

کے لحاظ سے اپنے آپ کو کتنا بڑا سمجھے لیکن اس میں کیا شبہ ہے کہ جب ایک انگریز احمدی ہوتا ہے تو اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے سارے غرور کو پیچھے چھوڑ کر آئے گا اور اب اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک بھائی سمجھے گا۔ ہندوؤں میں سے ایک برہمن جب اسلام لاتا ہے تو اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ آئندہ اپنے آپ کو صرف مسلمان سمجھیگا برہمن نہیں سمجھے گا۔ اسی طرح کوئی ہندوستانی افغانی چینی جاپانی یا روسی جب اسلام لاتا ہے تو وہ اپنی قومیت کو بھول جاتا ہے یہ نہیں کہ وہ اپنے

ملک کی خدمت

نہیں کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حب الوطن من الایمان اور اسلام ہمیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تمہارے قریب کے لوگ گندے ہوں۔ تو ان کی زیادہ اصلاح کرو۔ اس لحاظ سے اگر کوئی جاپانی جاپانیوں کی۔ چینی چینیوں کی اور پٹھان پٹھانوں کی اصلاح کرتا ہے تو وہ اسلام کے خلاف نہیں۔ بلکہ اس کے مطابق کرتا ہے۔ لیکن یہ اصلاح اسی حد تک ہو۔ کہ انسان عیوب دور کرے اور قوم کی گری ہوئی حالت کو درست کرے لیکن اگر وہ امتیاز کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ انگریز ہے اور یہ ہندوستانی۔ یہ جاپانی ہے اور وہ چینی۔ تو اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا ہماری جماعت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اب اس نور کو قائم کیا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قائم کیا گیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اب یہی پیغام لے کر آئے ہیں کہ

اپنے آپ کو صرف خدا تعالیٰ کا بندہ سمجھو

اور چھوڑ دو ان باتوں کو کہ ہم مدراسی ہیں اور فلاں بنگالی۔ ہم برمی ہیں اور فلاں پنجابی۔ ان چیزوں نے دنیا میں

بڑے بڑے تفرقے

پیدا کئے ہیں۔ اور جب تک کسی کے دل میں اس قسم کا خیال رہے وہ حقیقتاً مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اسلام چاہتا ہے کہ وہ دنیا کو ایک چیز بنا دے۔ اور ان امتیازات کی موجودگی میں ہم ایک چیز بن کس طرح سکتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ تم پانی لو اور اس سے مکان تیار کر سکو۔ ممکن نہیں کہ تم اینٹیں کھاؤ اور اس طرح اپنی پیاس بجھا سکو۔ جب کوئی

متضاد پروگرام

اپنے سامنے ہو۔ تو اس وقت کام کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے دو کشتیوں پر پاؤں رکھا جائے۔ مگر دو کشتیوں پر پاؤں رکھنے والا کام نہیں کیا کرتا بلکہ یا تو وہ غرق ہو جاتا ہے یا چر جاتا ہے۔ اگر ہم بھی اپنے دل میں یہی خیال رکھیں کہ ہم پٹھان ہیں یا ہم عرب ہیں یا ہم انگریز ہیں یا ہم ہندوستانی ہیں یا ہم جرمنی ہیں یا چینی ہیں یا ہم جاپانی ہیں۔ تو یقیناً اس کے معنے یہ ہونگے کہ

ہم کچھ بھی نہیں

اور ہم ایسی مخلوق ہیں۔ جس نے نور کو تو دیکھا۔ مگر نور کو دیکھ کر اس کی

آنکھیں اندھی ہو گئیں

یہی سورج روشنی دیتا ہے۔ اور یہی سورج اندھا بھی کرتا ہے۔ کئی بیوقوف لوگ جب کئی کئی گھنٹے متواتر سورج کی طرف دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو وہ اپنی آنکھوں کو ضائع کر لیتے ہیں۔ پس نور ضروری نہیں۔ کہ روشنی بخشے بلکہ وہ اندھا بھی کر دیا کرتا ہے۔ اس صورت میں ہم سمجھینگے کہ

خدا تعالےٰ کا نور

تو آیا۔ اور ہم نے اسے دیکھا مگر وہ ہمیں اندھا کر گیا۔ اور ہم نے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ پس اس موقع پر جب کہ آج ہم میں بنگالی بھی موجود ہیں۔ ساؤتھ انڈیا کے لوگ بھی موجود ہیں۔ بمبئی۔ یو۔پی بہار۔ افغانستان اور پنجاب کے

مختلف علاقوں کے لوگ

بھی آئے ہوئے ہیں۔ اور یوں بھی ہمارے اندر ہمیشہ سماٹرا اور جاوا وغیرہ کے لوگ رہتے ہیں۔ جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے اندر سے اس قسم کے امتیازات مٹ جانے چاہئیں۔

مجھے خصوصیت سے یہ اس لئے خیال پیدا ہوا ہے کہ

بعض تازہ واقعات

نے مجھے ادھر متوجہ کر دیا ہے۔ دو صوبے ایسے ہیں۔ جن میں بدقسمتی سے ہمیشہ یہ سوال رہتا ہے۔ ایک صوبہ بنگال اور دوسرا صوبہ سرحد۔ میں اس وقت نہ بنگالیوں کو الزام دیتا ہوں۔ اور نہ سرحدیوں پر الزام لگاتا ہوں۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ

کون مجرم ہے

اور کون نہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ کسی دل میں جب تک یہ خیال ہو کہ ہم سرحدی ہیں اور ہم پنجابی۔ اس وقت تک احمدیت اس دل میں

جمع نہیں ہو سکتی

اور جب کبھی میرے سامنے ایسا سوال آیا ہے۔ میں نے اس کو

مٹانے کی کوشش

کی ہے۔ میں تو اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کبھی پنجابی نہیں سمجھتا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ جب ایک انسان

اسلام قبول کرتا ہے

اس وقت وہ تمام امتیازات کو مٹا کر اپنے آپ کو صرف مومن سمجھتا ہے۔ ہم اس وقت دائرہ سیاست کے لحاظ سے اور اس وجہ سے کہ گورنمنٹ کا قانون ہمیں وسعت نہیں دیتا صرف

ہندوستان کی بہتری کی تجاویز

سوچتے ہیں۔ ورنہ جس دن احمدیت کا ڈنکا چلے گا وہ ان تمام امتیازات کو مٹا دے گی وہ مٹا دے گی اس سوال کو کہ ہندوستانی کون ہے اور چینی کون۔ جاپانی کون ہے اور جرمنی کون۔ یہ وہ

منزل مقصود

ہے۔ جس کو پانے کے لئے ہر سچا احمدی کوشش کرتا رہے گا۔ اور اگر ہم اس مقصود کو حاصل نہ کر سکیں۔ تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ ہم نے اپنے

فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی

کی۔ خدا تعالیٰ کے قانون میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ جب تک کسی قوم کا قدم ترقی پر ہوتا ہے۔ اس وقت تک ہر آنے والی رو اس کی پہلی رو سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ پہاڑوں پر جاتے ہوئے ہی دیکھ لو پہلے معمولی سی اونچائی دکھائی دیتی ہے پھر ٹیلے نظر آتے ہیں یوں جیسے کہ پڑاؤ سے ہوتے ہیں پھر اور اونچی جگہ آتی ہے۔ پھر اور اونچی جگہ آتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت ہی

بلند و بالا پہاڑیوں تک

انسان پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح آندھی آتی ہے تو پہلے ایک معمولی جھونکا آتا ہے پھر اس سے بڑا جھونکا آتا ہے پھر اس سے بڑا جھونکا آتا ہے۔ یہاں تک کہ اتنے

زور کی آندھی

آتی ہے کہ وہ چھتوں کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ یہی گرمی کا حال ہے۔ پہلے تھوڑی گرمی ہوتی ہے۔ پھر زیادہ گرمی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سردی ایک دن کم ہوتی ہے۔ دوسرے دن اس سے بڑھ کر اور پھر

اس سے زیادہ

اللہ تعالےٰ کے اس قانون کے ماتحت

اسلام کی پہلی رَو

چلی۔ تو مسلمانوں نے اس حد تک اس رَو کو پہنچا دیا کہ

مساوات

دنیا میں قائم کر دی۔ اب

دُوسرا جھونکا

احمدیوں کے ذریعہ خدا تعالٰے نے چلایا ہے اور ہمارا فرض ہے۔ کہ جو امتیازات کی بنیادیں ابھی باقی ہیں۔ ان کو دُنیا سے مٹا دیں۔

پس ہمارے خیالات ہمیشہ اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت رہنے چاہئیں۔ کہ ہم احمدی ہیں۔ یہ نہ ہو۔ کہ ہم سرحدی ہیں۔ اور وہ بنگالی میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر یہ

فطرتی بات

ہوتی۔ تو ہمارے اندر کیوں نہ ہوتی۔ افغانستان کے آدمی یہاں آتے ہیں۔ مدراس کے آدمی یہاں آتے ہیں۔ بنگالی یہاں آتے ہیں۔ مگر کبھی ایک سیکنڈ کے لئے مجھے یہ خیال نہیں آیا۔ کہ یہ اور ہیں اور ہم اور۔ ہمیں چونکہ یہ بتانا پڑتا ہے۔ کہ فلاں شخص کہاں سے آیا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں سرحدی ہے۔ اور فلاں بنگالی ورنہ ہمیں نہ تو بنگالیوں میں بنگالیت نظر آتی ہے۔ اور نہ پنجابیوں میں پنجابیت۔ بلکہ ہمیں تو

ہر چہرہ میں احمدیت

نظر آتی ہے لیکن چونکہ انسانی عادات میں فرق ہوتا ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہوا کرتا ہے اور کامیابی اسی میں ہوتی ہے۔ کہ جس صوبہ کا کوئی آدمی ہو۔ اسے اس صوبہ میں ہی

کام کرنے کا موقعہ

دیا جائے۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ سرحدی ہے اور اسے سرحد میں کام کرنے کا موقعہ دینا چاہئے یا اس لئے نہیں۔ کہ وہ بنگالی ہے۔ اور اسے بنگال میں کام کرنے کا موقعہ دینا چاہیئے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ کام کو اپنے صوبہ میں ہم سے زیادہ بہتر کر سکتا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنے صوبہ کی زبان اور لوگوں کی عادات و اطوار کا بہرحال زیادہ واقف ہوگا۔ اس لئے مناسب سمجھا جاتا ہے۔ کہ اُسے کام کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ لیکن اگر اس لحاظ سے کوئی مقرر کیا جائے۔ کہ صوبہ سرحد میں سرحدی ہونا چاہیئے۔ اور بنگال میں بنگالی ہونا چاہیئے۔ تو میں اس کا

شدید مخالف

ہوں گا۔ لیکن اگر اس لحاظ سے ایک سرحدی کو صوبۂ سرحد میں اور ایک بنگالی کو صوبۂ بنگال میں کوئی عہدہ دیا جائے۔ کہ وہ اپنے صوبہ میں ہم سے بہتر کام کر سکتا ہے۔ تو یہ جائز ہوگا۔ پنجابیوں میں سے بھی آخر ہر ایک کو امیر یا جماعت کا پریذیڈنٹ نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ قابلیت دیکھی جاتی ہے۔ پھر اس میں کیا شُبہ ہے۔ کہ بنگال کا آدمی ایک پنجابی کی نسبت اپنے صوبہ میں کام کرنے کے لحاظ سے زیادہ قابل ہوگا۔ وُہ لوگوں تک بخوبی باتیں پہنچا سکتا ہے۔ پھر

عادات کا فرق

بھی ہوتا ہے۔ جس کا طبائع پر بھاری اثر پڑتا ہے۔ انسان بعض دفعہ ایک طرز کے آدمی سے بات زیادہ جلدی سمجھ لیتا ہے۔ مگر دوسری طرز کے آدمی سے بات جلدی سمجھ نہیں سکتا۔ پس اس لئے کہ قدرت نے اس کو قابلیت زیادہ دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ وُہ وہاں کے لوگوں کا زیادہ عمدگی سے نگران بن سکتا ہے۔ لیکن صرف اسی نقطۂ نگاہ سے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور اگر اس لحاظ سے سوال اٹھایا جائے۔ کہ چونکہ سرحدی صوبہ ہے۔ اس لئے وہاں ضرور ایک سرحد کا رہنے والا مقرر کرنا چاہیئے۔ یا بنگال میں بہر صورت بنگالی مقرر کرنا چاہیئے۔ تو میں اس کو سخت ناپسند کروں گا۔ بلکہ یہ

زیادہ پسند

کروں گا۔ کہ وُہ جماعت ٹوٹ جائے بہ نسبت اس کے کہ وُہ جماعت رہ جائے۔ پس اس موقعہ پر جبکہ چاروں طرف سے ہماری جماعت کے نمائندگان آئے ہُوئے ہیں۔ میں انہیں بتاتا ہُوں کہ ہمارے لئے اب

نہایت ہی نازک وقت

ہے۔ جب تک تم اپنی زندگیوں کو تبدیل نہیں کرو گے جب تک تم

ایک نئی پیدائش

حاصل نہیں کرو گے۔ اس وقت تک کامیابی حاصل کرنا محال ہے۔ مجھے بعض دفعہ حیرت آتی ہے کہ کیا انسانی دماغوں میں اتنا عظیم الشان فرق ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص کچھ سمجھتا ہے۔ اور کوئی کچھ۔ جس نقطۂ نگاہ سے میں اس وقت دُنیا کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کے لحاظ سے

مخالفت کا ایک دوزخ

ہے۔ جو دُنیا میں چل رہا ہے۔ اس فتنہ کو مدِنظر رکھتے ہُوئے نہیں۔ جو اس وقت احرار نے اٹھایا ہُوا ہے۔ بلکہ اس فتنہ کو مدِنظر رکھتے ہُوئے جس کو دُور کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالٰے کی طرف سے مبعوث کیا گیا۔ احراری تو اب ہماری مخالفت کے لئے اُٹھے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالٰے نے آج سے کئی سال پہلے

دُنیا کے فتن دور کرنے کیلئے

بھیجا۔ میں حیران ہوں۔ کہ ان بڑے فتنوں کو ہماری جماعت کیوں نہیں دیکھ سکتی۔ اگر ہماری جماعت انہیں محسوس کرے۔ تو یہ

سارے امتیازات

اس طرح بھُول جائیں۔ کہ ہمیں کبھی یاد ہی نہ آئیں۔ لطیفہ مشہور ہے۔ کہ

لکھنؤ کا ایک سیّد

اور دہلی کا ایک مغل کسی سٹیشن پر اکٹھے ہو گئے مغل اپنی بادشاہت کے گھمنڈ میں تھا۔ اور سید اس گھمنڈ میں۔ کہ میں ایسے خاندان میں سے ہُوں۔ جس کا دُنیا میں کوئی ثانی نہیں۔ پھر لکھنؤ اور دہلی والوں کے

تہذیب و شائستگی کے دعوے

ایک طرف تھے۔ ریل آئی۔ تو ایک کہے مرزا صاحب آپ پہلے تشریف رکھیں۔ اور وُہ کہیں کہ سید صاحب آپ تشریف رکھیں۔ اب جھُک جھُک سلام ہو رہے ہیں۔ ایک کہتا ہے آپ چلیئے۔ اور دوسرا کہتا ہے آپ چلیئے۔ اتنے میں ریل نے سیٹی دی۔ اور وُہ چل پڑی اب سید مغل کو دھکا دے کر آپ بیٹھنا چاہتا ہے۔ اور مغل سید کو دھکا دے کر آپ بیٹھنا چاہتا ہے۔ تو

تکلفات سے کام

انسان اسی وقت لیتا ہے۔ جب انسان کے دماغ میں آرام کے خیالات ہوں لیکن جب آگ لگ جاتی ہے۔ تو اس وقت کب انسان

معمولی معمولی باتوں پر جھگڑا

کرتا ہے۔ ہزارہا واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ لوگ سینما دیکھنے کے لئے گئے۔ اور وہاں آگ لگ گئی۔ تو مائیں اپنے بچوں کو روندتے ہُوئے گزر گئیں۔

غرض جب مصیبت سامنے ہو۔ تو اُس وقت نہ

محبت کے امتیاز

قائم رہتے ہیں۔ اور نہ

دشمنی کے امتیاز

نظر آتے ہیں۔ اگر ایک سینما۔ ایک دعوت گھر اور ایک سٹیشن میں آگ لگ جانے کی وجہ سے تمام

ظاہری امتیازات

مٹ جاتے ہیں۔ تو دُنیا میں ہماری مخالفت میں جب اتنی بڑی آگ لگی ہوئی ہے۔ جس کی نظیر نہیں۔ جب ہم پر وُہ بوجھ لاد دیا گیا ہے جس سے کمریں جھکی چلی جا رہی ہیں۔ اس وقت یہ جھگڑا کرنا۔ کہ فلاں پریذیڈنٹ کیوں بنا فلاں بننا چاہیئے۔ یا فلاں امیر کیوں ہُوا فلاں ہونا چاہیئے۔ ایسی

ذلیل باتیں

ہیں۔ جنہیں سُنکر مجھے پسینہ آجاتا ہے۔ اور مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ کیا احمدیت نے جو تغیر ہم میں پیدا کرنا چاہا تھا۔ وُہ اب تک ہم میں پیدا نہیں ہُوا۔ جب

ایک مقصود

ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ اس وقت باقی چیزیں ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

جدھر دیکھتا ہوں۔ اُدھر تو ہی تو ہے

اس کے مطابق اگر اللہ تعالٰے ہمیں نظر آ جائے۔ تو پھر اور کون ہے جسے

انسانی آنکھ

دیکھ سکتی۔ ہو۔ یہی چیز ہے۔ جسے ہم دُنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ ورنہ اس کے سوا اور کیا چیز ہے۔ جو ہم دُنیا کو دکھا سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبعوث ہو کر ہمیں کیا دیا۔ آپ نے ہمیں عہدے نہیں دیئے۔

زمینیں نہیں دیں

مربعے نہیں دیئے۔ بادشاہتیں نہیں دیں اور اگر لوگ ہم سے پوچھیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ لوگوں کو کیا دیا۔ تو ہم سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ نے ہمیں

خدا دے دیا

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا واقعہ میں ہمیں خدا مل گیا۔

تھوڑے ہی دن ہُوئے۔ میں نے ایک رویا دیکھا تھا۔ بلکہ رویا کیا وُہ ایک

کشف کی سی حالت

تھی۔ میں اسے بیان بھی کر چکا ہُوں۔ میں نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالٰے میرے سامنے ہے۔ اور میں اُس سے چمٹا چلا جاتا ہوں۔ اور یہ کہتا جاتا ہُوں۔ سـ

دیباتری پیاری سی نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تو اللہ تعالیٰ کی نگاہیں

تیغ تیز کی طرح

ہوتی ہیں۔ جس کے دیکھنے سے باقی تمام جھگڑے کٹ جاتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے۔ کہ

مومن کا دماغ

ایسے زیتون سے روشن ہوتا ہے۔ کہ اس کے متعلق شرقی غربی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص جس کے دل میں وہ تیل جل رہا ہو۔ جو لا شرقیۃ ولا غربیۃ کا مصداق ہو۔ وہ قومیتوں اور امتیازات کو مٹا دیتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کے دل میں قومیت اور

ملکی رسوم ورواج

کا دخل ہو۔ اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس کے دل میں ابھی وہ نور روشن نہیں ہوا۔ جو خدا تعالیٰ ہر مومن کے دل میں روشن کرنا چاہتا ہے۔ پس مٹا دو۔ ان تمام خیالات کو اور یہ سمجھنے لگ جاؤ۔ کہ ہم احمدی ہیں۔ احمدی بھی ہم باقی دنیا سے امتیاز کرنے کے لئے اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم تو عباد اللہ یعنی

اللہ تعالیٰ کے خادم

ہیں۔ اور اگر کوئی ہم سے پوچھے تو در اصل ہمارا نام عبداللہ ہے۔ پس جب ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ٹھہرے۔ تو غلاموں میں بھلا کیا امتیاز ہوا کرتا ہے غلام کو تو جہاں مقرر کیا جائے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ وہاں کام کرے۔ اگر غلام کہلاتے ہوئے کوئی شخص جھگڑے تو اسے کون

حقیقی غلام

کہہ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے

ایک لطیفہ

سنا ہوا ہے۔ جو شاید مقامات حریری یا کسی اور کتاب کا قصہ ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ کوئی مہمان کسی جگہ نہانے کے لئے گیا۔ حمام کے مالک نے مختلف غلاموں کو خدمت کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ اس وقت مالک موجود نہ تھا۔ جب وہ نہانے کے لئے حمام میں داخل ہوا۔ تو تمام غلام اسے آکر چمٹ گئے۔ اور چونکہ سر کو آسانی سے ملا جاسکتا ہے۔ اس لئے یکدم سب سر پر آگرے۔ ایک کہے یہ میرا سر ہے۔ اور دوسرا کہے میرا سر ہے۔ اس پر آپس میں لڑائی شروع ہوگئی۔ اور ایک نے دوسرے کے چاقو مار دیا۔ جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ شور ہونے پر پولیس آئی۔ اور

معاملہ عدالت تک

پہونچ گیا۔ عدالت کے سامنے بھی ایک غلام کہے یہ میرا سر تھا۔ دوسرا کہے میرا سر تھا۔ عدالت نے نہانے والے سے پوچھا۔ تو وہ کہنے لگا۔ حضور یہ تو بے سرے تھے۔ ان کی باتوں پر تو مجھے تعجب نہیں۔ تعجب یہ ہے۔ کہ آپ نے بھی سوال کردیا۔ حالانکہ سر نہ اس کا ہے۔ نہ اس کا۔ سر تو میرا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ مثال اس لئے دیا کرتے تھے۔ کہ

دنیا کے جھگڑے

بیہودہ ہوتے ہیں۔ میرا کیا۔ اور تیرا کیا۔ غلام کا تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو جب اپنے آپ کو کہتا ہے۔ کہ میں عبداللہ ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اب اس کا کچھ نہیں سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے۔ اس کے بعد

میرے تیرے کا سوال

ہی کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید پڑھکر دیکھ لو۔ اس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بھی عبداللہ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ آتا ہے لما قام عبد اللہ۔ تو خدا تعالیٰ کا غلام ہوتے ہوئے ہماری کوئی چیز نہیں رہتی۔ بلکہ

سب کچھ خدا تعالیٰ کا

ہوجاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے بالوضاحت بتایا ہے۔ کہ ہم نے مومنوں سے مال وجان لے لی۔ دوست عزیز رشتہ سب جان کے ماتحت آتے ہیں۔ اور باقی مملوکات مال کے ماتحت آتی ہیں۔ اور یہی دو چیزیں ہوتی ہیں جن کا انسان مالک ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے یہ دونوں چیزیں مومنوں سے لے لیں۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تم میں یہ جھگڑے نہیں ہونے چاہئیں۔ کہ یہ چیز میری ہے۔ اور وہ اس کی۔ تم اپنی

منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے زور لگاؤ

اور چھوڑ دو ان باتوں کو۔ کہ تم کہو فلاں پریذیڈنٹ کیوں بنا۔ فلاں کیوں نہ بنا فلاں سیکرٹری کیوں ہوا۔ فلاں کیوں نہ ہوا۔ یا جب تک فلاں شخص امام نہ بنے ہم فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مجھے

افسوس ہے

کہ کئی دفعہ اس قسم کی شکایات پہونچ جاتی ہیں۔ کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں۔ ہم فلاں احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھینگے۔ حالانکہ میں نے یہ بات کہ کسی احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا مت چھوڑو۔ اتنی دفعہ دہرائی ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک طوطا میرے پاس ہوتا۔ تو وہ بھی یہ ضرور سیکھ جاتا۔ کہ اختلاف کی بناء پر کسی احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی کبھی نہیں چھوڑنی چاہئیے۔ پس تعجب کہ میاں مٹھو تو یہ سیکھ سکتا۔ مگر ابھی تک

ہماری جماعت کے بعض میاں مٹھو

ایسے ہیں۔ جو اس بات کو ابھی تک نہیں سمجھے میں اس قسم کے لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے اپنی ضد کو نہیں چھوڑنا۔ تو تم احمدی ہی کس لئے ہوئے تھے۔ اگر احمدیت کے بعد بھی یہ

لعنت کا طوق

تمہارے گلے میں رہنا تھا۔ کہ تم معمولی اختلاف کی بنا پر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیتے۔ تو تم نے کیوں احمدیت میں داخل ہوکر اس پاک اور

مقدس چشمہ

کو گندہ کیا۔ تم میں سے اس قسم کے لوگوں کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے۔ جس کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ مکہ گیا۔ تو

چشمہ زمزم

میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اسے مارا پیٹا۔ تو وہ کہنے لگا۔ پیشاب میں نے اس لئے کیا ہے۔ کہ لوگ باتیں تو کریں گے کہ فلاں شخص آیا۔ اور اس نے یہ حرکت کی۔ یہی ان لوگوں کا حال ہے۔ یہ تو خالص

انبیاء اور انکے خلفاء کا حق

ہے۔ کہ وہ کہیں۔ فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئیے۔ زید یا بکر کو کس نے حق دیا ہے۔ کہ ان میں سے جس کا جی چاہے۔ وہ اپنے میں سے کسی احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی گالیاں دیتا ہے۔ بُرا بھلا کہتا ہے۔ معاملات کے لحاظ سے خراب ہے حتٰے کہ وہ اپنے لوگوں کو مرتد بھی کہہ دیتا ہے۔ پھر بھی کسی کا حق نہیں۔ کہ اسکے پیچھے نماز پڑھنی ترک کرے۔ اور یہ بات میں نے اتنی بار کھول کھول کر بیان کی ہے۔ کہ اگر ایک طوطے کو میں یہ سبق پڑھاتا۔ تو وہ ضرور پڑھ جاتا۔ مگر ہم میں سے بعض ایسی

موٹی عقل کے آدمی

ہیں۔ کہ وہ معمولی معمولی باتوں پر لڑتے جھگڑتے۔ اور یہ سوال پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ ہم فلاں کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق عمل

تمہارے سامنے ہے اسے دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اشارے کر رہا ہے۔ کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ مگر آپ ان کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چھوڑتے۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ صاف الفاظ میں کہتا ہے۔ کہ تم پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کہتا ہے۔ کہ آپ نبی ہیں۔ مگر پھر بھی آپ ان کے پیچھے

نماز ترک کرنیکا فتویٰ

نہیں دیتے۔ یہانتک کہ خدا تعالیٰ اشارے چھوڑ کر نص صریح کے ذریعہ کہتا ہے۔ کہ اب حرام اور

قطعی حرام

ہے۔ کہ کسی مکفر و مکذب وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ جیسا کہ تحفہ گولڑویہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر کیا۔ ایک طرف بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ نمونہ ہے۔ حالانکہ یہ ایک

مذہبی سوال

تھا۔ اور اس ذات پر ایمان لانے کا سوال تھا۔ جس کی بعثت کی خبر تمام انبیاء دیتے چلے آئے۔ مگر آپ اشاروں کے باوجود نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم پر غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا حرام اور قطعی حرام ہے۔ مگر ہماری جماعت کے بعض لوگوں کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ اتنی سی بات پر کہ فلاں شخص کیوں پریذیڈنٹ ہوگیا۔ یا فلاں سکرٹری کیوں بن گیا ناراض ہوکر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم

الگ جمعہ پڑھیں گے

ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھینگے۔ مجھے حیرت آتی ہے۔ کہ اس قسم کے لوگ مخلص بھی کہلاتے ہیں۔ اور پھر ایسی حرکات کرتے ہیں۔ جو میرے نزدیک منافق بھی نہیں کرتے۔ آنحضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقوں کے متعلق بھی تو یہ کبھی نہیں سنا گیا۔

کہ انہوں نے اتنے معمولی سے اختلاف کی بناء پر دوسروں کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہو۔ پھر

مونہہ سے ایمان کا دعوے

کرنا اور عمل وہ اختیار کرنا جو منافق بھی اختیار نہ کرتے ہوں۔ کس قدر افسوسناک امر ہے۔ اس کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ یا تو یہ لوگ باتیں سنتے نہیں۔ اور اگر سنتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ اور کانوں میں روئی ٹھونسی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اخبار بھی جب ان کے پاس جاتی ہیں۔ تو وہ انہیں نہیں پڑھتے۔ ورنہ وجہ کیا ہے۔ کہ اتنے تواتر سے بات کہی جاتی ہے۔ اور پھر بھول جاتی ہے۔ میں اس بات کو سمجھ سکتا تھا۔ کہ وہ جماعت یہ کہہ دیتی۔ کہ ہم خلیفہ کو نہیں مانتے۔ میری عقل تسلیم کر سکتی تھی کہ انسان ایک وقت گر کر یہ کہہ سکتا ہے کہ

خلافت کی ضرورت

نہیں۔ مگر ایک طرف مونہہ سے یہ دعویٰ کرنا کہ خلافت پر ہماری جان قربان ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہنا کہ ہم خلیفۂ وقت کے فلاں حکم کو نہیں مانیں گے۔ ایسی بات ہے۔ جسے میری عقل کبھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ میں نے ایک دفعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رؤیا میں دیکھا۔ آپ ایک شخص سے فرماتے تھے

انتصدقنی ولاتؤمن بی

اے تو میری تصدیق تو کرتا ہے۔ مگر میری بات نہیں مانتا۔ گویا یہ ایک حدیث ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مونہہ سے میں نے براہ راست سنی۔ لوگ تو احادیث کے متعلق یہ بحثیں کیا کرتے ہیں۔ کہ یہ احادیث سے ہے اور یہ تواتر میں سے۔ فلاں کے راوی ثقہ ہیں۔ اور فلاں کے نہیں۔ مگر یہ وہ حدیث ہے۔ جو میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی۔ کہ انتصدقنی ولاتؤمن بی یعنی تو میری بات کو تو سچا سمجھتا ہے۔ مگر اسے مانتا نہیں یہی حالت ہماری جماعت کے بعض لوگوں کی ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ ہمارے بعض دوستوں کی یہ کیا عادت ہے۔ کہ وہ نہ تو خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ اور نہ میری بات مانتے ہیں اس لئے ایک دفعہ پھر اس موقع پر جبکہ

تمام جماعتوں کے نمائندے

جمع ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس قسم کی غیر معقول باتیں مومنانہ شان سے بہت بعید ہوتی ہیں۔ اول تو یہ اتنی

چھوٹی چھوٹی باتیں

ہیں۔ کہ انسانی ذہن کو انہیں یاد بھی نہیں رکھنا چاہیئے۔ میری اپنی یہ حالت ہے۔ کہ بعض دفعہ میرے پاس کوئی شخص آتا ہے۔ اور کہتا ہے چھ مہینے ہوئے مجھ سے یہ غلطی ہوئی تھی۔ آپ معاف فرما دیں۔ میں کہتا ہوں۔ مجھے یاد ہی نہیں۔ کہ ایسی بات کب ہوئی تھی۔ وہ

واقعات کو دہرانا

چاہتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں۔ واقعات کو کیوں دہراتے ہو۔ میری عادت ہے کہ میں دوسروں کی کوتاہیوں کو بھلا دیا کرتا ہوں۔ اور میں کوشش کیا کرتا ہوں۔ کہ اگر کسی کی نیکی ہو۔ تو مجھے یاد رہے۔ اور اگر کسی کی بدی ہو۔ تو وہ مجھے بھول جائے۔ اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ کہ لوگوں کی بدیاں مجھے بھول جایا کرتی ہیں۔ بلکہ یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتیں۔ لوگوں کی

ہزارہا بدیاں

میرے سامنے آتی ہیں۔ اور میں انہیں اتنا بھلاتا ہوں۔ اتنا بھلاتا ہوں۔ کہ میرے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی ان کی یاد نہیں رہتی۔ بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بتانے والا بتاتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں مجھے یاد نہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں

ہر مومن کا فرض

ہے کہ وہ دوسروں کی خوبیاں یاد رکھے۔ اور عیوب کو بھلا دے۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا اور

فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش

نہ کرے۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کسی بزرگ کا ایک شاگرد تھا۔ جب وہ تعلیم حاصل کر کے اپنے وطن جانے لگا۔ تو وہ بزرگ اسے کہنے لگے میاں تمہارے وطن میں شیطان بھی ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا حضور شیطان بھلا کس جگہ نہیں ہوتا۔ فرمانے لگے۔ اچھا یہ تو بتاؤ اگر شیطان تم پر حملہ کرے تو تم کیا کرو گے (اس موقعہ پر بعض بچوں کے شور کی آواز بلند ہوئی۔ تو حضور نے فرمایا۔ بچے شور مچا رہے ہیں اگر کسی کو توفیق مل جاتی۔ کہ وہ بچوں کو سمجھا دیتا۔ کہ نماز شور مچانے کے لئے نہیں ہوتی۔ تو بہتر ہوتا۔ خطبہ بھی نماز کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اور خطبہ میں بولنا بھی ویسا ہی منع ہے۔ جیسا کہ نماز میں)

وہ شاگرد کہنے لگا کہ میں اس حملہ کو رد کروں گا۔ اور اس کا مقابلہ کرونگا۔ بزرگ کہنے لگے۔ اچھا اگر ایک دفعہ رک گیا۔ اور تم نے پھر خدا تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ اور وہ پھر تم پر حملہ آور ہو گیا۔ تو پھر کیا کرو گے۔ کہنے لگا۔ پھر مقابلہ کرونگا وہ فرمانے لگے اگر تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا اور تم خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جونہی بڑھے وہ تم پر حملہ آور ہو گیا۔ تو تم کیا کرو گے وہ کہنے لگا۔ میں پھر مقابلہ کروں گا۔ فرمانے لگے اگر تم اس طرح کرنے لگے۔ تو پھر تمہاری ساری

عمر شیطان سے لڑنے ہی گذر جائیگی

خدا تعالےٰ کی محبت کب حاصل ہوگی۔ وہ کہنے لگا۔ پھر میں کیا بتاؤں۔ اور تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ فرمانے لگے اچھا یہ بتاؤ۔ اگر تم کسی دوست سے ملنے جاؤ۔ اور اس کا کتا تم پر حملہ کر کے تمہاری ایڑی پکڑ لے۔ تو تم کیا کرو گے۔ وہ کہنے لگا میں کتے کو مار کر ہٹاؤنگا اور اپنے دوست کی طرف بڑھوں گا۔ فرمانے لگے۔ اچھا اگر پھر ایسا ہی ہوا۔ اور جب تم دوست کے مکان میں داخل ہونے لگے۔ تو اس نے پھر

تمہاری ایڑی پر حملہ

کر دیا۔ تو کیا کرو گے۔ کہنے لگا حضور پھر میں اس دوست کو آواز دوں گا۔ کہ اپنے کتے کو ہٹاتا یہ اندر آنے نہیں دیتا۔ تو اس بزرگ نے اس رنگ میں اپنے شاگرد کو یہ سمجھایا۔ کہ تمہاری

روحانی مدارج طے کرتے وقت

یہی حالت ہونی چاہیئے۔ بجائے شیطان سے لڑتے اور اپنے وقت کو ضائع کرنے کے خدا تعالےٰ سے کہو۔ کہ

اے خدا تو شیطان کو میرے راستہ سے

ہٹا۔ یہ مجھے تیرے پاس آنے نہیں دیتا اگر ہم بھی معمولی معمولی باتوں پر لڑنے لگ جائیں۔ کہیں

انجمنوں کے قیام

کے سوال پر لڑیں۔ کہیں اماموں کے سوال پر جھگڑیں۔ کہیں عہدوں کے حصول کے لئے لڑائی کریں۔ تو پھر وہ کام کون کرے گا۔ جس کے کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے ہمیں اس وقت دنیا میں کھڑا کیا ہے۔ ہمیں تو ان تمام باتوں کو بھول جانا چاہیئے۔ ہمارے سامنے ایک

عظیم الشان کام

ہے۔ ہم نے تمام دنیا کو فتح کرنا ہے۔ تم سوچ کر دیکھ لو۔ اپنے بچوں کو تم نے سمجھانا ہوتا ہے۔ ان کی اصلاح کے لئے تمہاری کوششیں کس طرح بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ بیسیوں لوگ مجھے لکھتے ہیں۔ کہ میرا بچہ بڑا شوخ ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے کئی تدابیر اختیار کیں۔ مگر سب ناکام ہوئیں۔ آپ دعا کریں۔ خدا تعالےٰ اسے نیک کرے۔ جب انسان کو ایک بچے کے سمجھانے کے لئے مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ تو ہم نے تو

لاکھوں لوگوں کو سمجھانا

ہے۔ پھر ان لوگوں کو سمجھانا ہے جو طاقت عظمت عزت دولت اور وجاہت میں ہم سے زیادہ ہیں۔ حکومت میں ان کا دخل ہے۔ رعایا پر ان کا اقتدار ہے۔ ان حالات میں ان کی اصلاح کے لئے ہمیں کتنی بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے تو

ہمیں پاگل ہو جانا چاہیئے

اور ہمیں دنیا کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ دیکھ کر اضطراب اور بے چینی کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ یہ بھی خراب ہے۔ اور وہ بھی خراب ہم اصلاح کریں۔ تو کس کس کی کریں۔ مگر ہم میں سے بعض اس طرح مطمئن ہو کر بیٹھے ہیں۔ جیسے دنیا کو فتح کر کے کوئی شخص بیٹھ رہتا ہے بیسیوں دفعہ میں نے اپنی جماعت کے لوگوں سے کہا ہے۔ کہ آرام تمہارے نصیب میں نہیں اگر تم

اخروی اور دائمی آرام

چاہتے ہو۔ تو تمہیں اس چند روزہ آرام کو قربان کرنا پڑے گا۔ بلکہ اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک بھاری پروگرام ہمارے سامنے ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس کے مطابق کام بھی شروع ہے۔ مگر بہت ہیں جنہوں نے ابھی تک اس پروگرام پر عمل کرنا شروع نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا اپنی زندگیوں کو خدمت دین کیلئے وقف کرو۔ اور سال میں سے مہینہ ڈیڑھ مہینہ یا تین مہینے تبلیغ کے لئے دو۔ مگر اب تک اتنے آدمیوں نے بھی اپنے آپکو وقف نہیں کیا۔ جتنے قادیان میں رہتے ہیں۔ حالانکہ دو اڑھائی مہینے سے کام شروع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کام کے نتیجہ میں تھوڑے دنوں میں ہی اتنا عظیم الشان تغیر پیدا ہو گیا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں اگر سارے احمدی اس کام پر لگ جائیں۔ تو دنیا دیکھتی کی دیکھتی رہ جائے۔ اور ہمارا قدم

ترقیات کی بلند ترین چوٹیوں پر

پہنچ جائے۔ اس نئی تحریک کے نتیجہ میں تبلیغ کرنے کے مختلف مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص مضبوط ہاتھوں سے احمدیوں پر پتھر چلا رہا ہوتا ہے۔ مگر اس کا دل

اللہ تعالیٰ کی خشیت

سے اندر ہی اندر خوف زدہ ہوتا ہے اور وہ آپ ہی علیحدگی میں ملتا ہے اور کہتا ہے میری بڑی بے وقوفی تھی کہ میں نے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ پس ان ظالموں میں سے بھی وہ لوگ نکل آتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم سمجھتے ہیں اس وقت

احمدیوں پر ظلم

ہو رہا ہے۔ ابھی ایک واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ ایک جگہ ایک احمدی تبلیغ کرنے کے لئے گیا۔ تو ایک مخالف مولوی نے اس احمدی پر حملہ کر دیا اور اسے برا بھلا کہا کچھ مارا پیٹا بھی۔ چند دنوں کے بعد وہ احمدی پھر اس گاؤں میں تبلیغ کے لئے آیا۔ تو اسی غیر احمدی نے پھر حملہ کر دیا۔ اس پر غیر احمدیوں نے خود اپنے

مولوی کو ملامت

کی اور کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم نے پہلے بھی اسے تکلیف دی اور اب پھر گالیاں دے رہے ہو۔ تو ان مخالفوں میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے ایسے دل نکل رہے ہیں۔ جو محسوس کرتے ہیں کہ احمدیوں پر ظلم انتہا کو پہنچ گیا۔ ظلم کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ تم کسی سے انتہاء درجہ کی محبت تو کر سکتے ہو مگر کسی پر

انتہاء درجہ کا ظلم

نہیں کر سکتے۔ بیسیوں ظالموں کو ہم نے دیکھا ہے۔ وہ مار مار کر اپنے دشمن کو بے ہوش کر دیتے ہیں لیکن جب وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ تو اس سے چمٹ جاتے اور اس کے

مونہہ میں پانی ڈالتے

اور اسے پنکھا کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی دل میں یہ خیال آ جاتا ہے کہ اگر یہ مر گیا تو میں قاتل نہ سمجھا جاؤں۔ کبھی ضمیر انسان کو ملامت کرتی اور وہ اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے۔ کبھی خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ تو انتہاء درجہ کا ظلم کبھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت

بہت بڑا تغیر

ہو رہا ہے اور گو کام بہت تھوڑی جگہ شروع کیا گیا ہے۔ لیکن عجب کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اتنا بڑا نور نازل کیا ہے۔ تو آخر کب تک لوگ اس کے دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو بند رکھیں گے۔ یقیناً ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ ہدایت پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اگر ہم فعل دیکھیں۔ تو اس سے بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اندھا پن انتہاء نہیں رکھتا۔ مگر محبت الٰہی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو محبت الٰہی کے نتیجہ میں

غیر مقطوع جنت کا وعدہ

دیا گیا ہے۔ مگر روحانی اندھا پن کے نتیجہ میں غیر مقطوع دوزخ کا وعدہ نہیں کیا گیا بلکہ کہا گیا ہے کہ لمبی دوزخ ہو گی۔ اور بالآخر دوزخیوں کو اس میں سے نکال لیا جائے گا۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ نابینائی انتہاء کو نہیں پہنچتی۔ مگر بینائی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے۔

غضب اور ظلم کی سزا

غیر محدود نہیں۔ لیکن محبت اور رحم کی جزاء غیر محدود ہے۔ صاف پتہ لگتا ہے کہ محبت کو ہم انتہاء تک پہنچا سکتے ہیں لیکن ظلم کو انتہا تک نہیں پہنچا سکتے۔ پس اس عظیم الشان مقصد کو مت بھولو جو تمہارے سامنے ہے بہت بڑا کام ہے جسے تم نے سر انجام دینا ہے۔ وہی سکیم لے لو جو میں نے تمہارے سامنے اس وقت پیش کی ہے اور جو

دریا میں سے ایک قطرہ کی حیثیت

رکھتی ہے۔ اسی پر ابھی ہماری جماعت نے کامل طور پر عمل نہیں کیا۔ کل ہی مجھے معلوم ہوا کہ ہماری انجمن پر

ایک لاکھ تین ہزار روپیہ کا قرض

ہے۔ کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہم متفقہ طور پر کوشش کریں۔ تو یہ ایک لاکھ تین ہزار کا قرض ہم نہیں اتار سکتے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ اگر ہم پوری جدوجہد سے کام لیں۔ تو ایک مہینہ میں ہی یہ قرض اتر سکتا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ جماعت کے بعض افراد کو اپنی

ذمہ داری کا احساس

نہیں۔ مجھے ہمیشہ اس پالیسی سے اختلاف رہا ہے۔ کہ جماعت کے کمزوروں کو چھوڑ کر صرف مخلصین جماعت سے کام لیا جائے۔ کیونکہ اس طرح جماعت کا ایک حصہ ترقی کرنے سے کلیتہً محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ اگر میں یہ بھی کہوں کہ جانے دو کمزوروں کو۔ اور آؤ صرف مخلصین جماعت کے ذریعہ اس قرض کو اتارا جائے۔ تب بھی یہ قرض اتر سکتا ہے۔ کئی لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس طرح کیا جائے۔ مگر

میرا طریق عمل

یہی ہے کہ میں ساری جماعت کو ابھارا کرتا ہوں اور یہی ضروری ہوا کرتا ہے۔ ورنہ ایک دفعہ پہلے میں نے یہ تجویز کی اور آٹھ دس مخلصین سے کہا کہ جماعت کی مالی حالت اس وقت ایسی ہے کہ ضروری ہے کہ ہم اپنی ساری جائدادیں اس کے لئے دے دیں۔ گو اس وقت اس تجویز کو عملی جامہ نہ پہنایا گیا لیکن میں نے دیکھا کہ اگر وہ آٹھ دس آدمی ہی اپنی ساری جائدادیں سلسلہ کو دے دیتے۔ تو لاکھ

ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی جائدادیں

دے سکتے تھے۔ حالانکہ صرف چند آدمیوں سے میں نے وہ دعدے لئے تھے۔ پس اگر خدا تعالیٰ وہ دن لائے۔ اور خدا کرے کہ ہماری جماعت پر وہ دن نہ آئے جب جماعت کے کمزور حصہ کو چھوڑ دینا پڑے تب بھی چند مخلصین مل کر

سلسلہ کی مالی حالت

کو مضبوط کر سکتے۔ اور اپنی جائدادیں اسے دے سکتے ہیں۔ گو یہ الگ سوال ہے کہ

جائدادوں کا بیچنا

بہت مشکل ہوتا ہے۔

اب موجودہ فتنہ کو دور کرنے اور

تحریک جدید کو وسعت

دینے کے لئے میں نے ایک تجویز کی ہے جس کا آج اعلان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ہر مہینہ میں ایک خطبہ جمعہ تمام احمدیہ جماعتوں میں میری جدید تحریک کے متعلق پڑھا جائے اور اس میں جماعت کو قربانیوں پر آمادہ کرتے ہوئے ان میں

نیکی اور تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش

کی جائے۔ میری مفصل تحریک کو مدنظر رکھکر ہر جماعت

مہینہ میں ایک خطبہ جمعہ

اس کے متعلق پڑھے اور تحریک کے مختلف حصوں کو مختلف خطبات میں بیان کر دیا جائے مثلاً ایک خطبہ مالی قربانی کے متعلق پڑھ دیا جائے۔ دوسرا خطبہ زندگی وقف کرنے کے متعلق پڑھ دیا جائے۔ اور تیسرا خطبہ جماعت میں صلح و محبت قائم کرنے کے متعلق پڑھ دیا جائے۔ اسی طرح تحریک کے تمام حصے ایک ایک کر کے مختلف خطبات کے ذریعہ جماعت تک پہنچائے جائیں۔ پھر

ایک اور تجویز

میں نے یہ کی ہے کہ ہر چھ ماہ کے بعد ایک دن مقرر کر کے ہر جگہ کی جماعتیں اپنے اپنے مقام پر جلسے کریں۔ جس میں تحریک جدید کے متعلق لیکچر دئے جائیں۔ اس سال کے لئے میں نے

۲۶ مئی کی تاریخ

مقرر کی ہے اور اس تاریخ کو غالباً اتوار کا دن ہو گا۔ بلکہ مجھے یاد آیا۔ اس تاریخ کو اتوار کا ہی دن ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق میرے ذہن میں ایک واقعہ بھی تازہ ہو گیا ایک دفعہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ کونسا دن اس غرض کے لئے مقرر کیا جائے۔ کہ مجھے خیال آیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کا دن

ایسا ہے۔ جس دن جماعت اپنے فرائض کی طرف زیادہ عمدگی سے متوجہ ہو سکتی ہے اس پر میں نے ایک دوست سے کہا کہ حساب کرو۔ اس تاریخ کو کونسا دن ہو گا۔ انہوں نے حساب کیا تو اتوار نکلا۔ پس ۲۶ مئی اتوار کے دن

ہر جگہ کی جماعتیں جلسے کریں

اور مختلف لوگ مختلف موضوعات پر لیکچر دیں مثلاً کوئی صلح و محبت پر لیکچر دے۔ کوئی اس پر لیکچر دے کہ

چندوں کے بقائے

صاف کئے جائیں۔ کوئی اس بات پر لیکچر دے کہ لڑکوں کو تعلیم کے لئے قادیان بھیجا جائے۔ کوئی اس بات پر لیکچر دے کہ تحریک جدید کے آئندہ سال کے چندہ کیلئے جماعت کو تیار رہنا چاہیئے۔ اس سال کا چندہ وعدوں کے لحاظ سے ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گیا مگر

نقد رقم

اب تک صرف ۵۵ ہزار وصول ہوئی ہے۔ حالانکہ بجٹ جو تحریک جدید کے متعلق بنایا گیا ہے۔ ستر ہزار کا بنا ہے۔ اور یہ

ستر ہزار کا بجٹ

بہت سے ایسے کام ترک کر کے بنایا گیا ہے جن کے ذریعہ دنیا میں شور مچایا جا سکتا تھا یہ تجاویز جو میں نے بیان کی ہیں۔ انچارج تحریک جدید کی طرف سے چھپوا دی گئی ہیں اسی طرح ایک چارٹ بھی ایک کاتب دوست تیار کر رہے ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ جب وہ تیار ہو جائیں۔ تو انہیں خرید کر اپنے

کمروں میں لٹکا لیں

تاکہ ہر وقت سکیم انہیں یاد رہ سکے مجھے یقین ہے۔ کہ اگر جماعت اس تحریک پر عمل کرے۔ تو یہ اس کے لئے بہت بابرکت ہو گا۔ تحریک کا ایک حصہ یہ بھی ہے۔ کہ ہر شخص اپنا

روپیہ امانت فنڈ میں

جمع کرائے۔ بہت سے دوست ایسا کر رہے ہیں مگر بعض نہیں بھی کرتے۔ حالانکہ اگر کوئی دس میں سے ایک روپیہ بھی ہر مہینے جمع کرا دے تو یہ اس کے لئے مفید ہو گا۔ اور ایسے کام درمیان میں نکل سکتے ہیں۔ جن کے ماتحت اس کا تھوڑا سا روپیہ بھی

بہت بڑی آمد

کا ذریعہ بن جائے ٭

غرض ۲۶ مئی کی نسبت میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ اس دن تمام جماعت کو چاہیئے کہ وہ جلسے کرے۔ اور جس طرح عید کے دن مرد اور عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس دن جمع ہو کر

تحریک جدید کے ہر حصہ پر تقریریں

کی جائیں۔ اگر کسی جماعت کے افراد تھوڑے ہوں۔ تو ان میں سے ایک ایک شخص تحریک کے دو دو چار چار حصوں پر تقریریں کر سکتا ہے۔ اور اگر زیادہ ہوں۔ تو ایک ایک حصہ پر علیحدہ علیحدہ ہر شخص لیکچر دے سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہی دلائل دیئے جائیں۔ جو میں بیان کر چکا ہوں۔ بلکہ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ دلائل رکھتا ہو۔ تو وہ بھی بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہر مہینہ میں ایک خطبہ جمعہ جماعت کے سامنے

تحریک جدید کے متعلق

پڑھا جائے۔ اور کسی میں جماعت میں صلح و محبت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کسی میں نمازوں کی پابندی کی تاکید کی جائے۔ کسی میں چندوں کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور کسی میں جماعت کو تقویٰ وطہارت پیدا کرنے کی نصیحت کی جائے۔ کئی لوگ ایسے ہوا کرتے ہیں۔ جو اپنے آدمیوں سے بات عمدگی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے وہ اس طریق سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر کئی ایسے ہوتے ہیں۔ جو

سلسلہ کی اخبار میں

نہیں پڑھتے۔ اور اس طرح انہیں پورا علم نہیں ہوتا۔ غرض ہر مہینہ میں اگر ایک خطبہ جمعہ اس تحریک کے متعلق پڑھا جائے۔ اور اپنی

زندگیوں کو خدمت دین کیلئے وقف

کر کے تبلیغ کی جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں اگر جماعت تعہد سے اس پر عمل کرے۔ تو جن فتن کو دور کرنے کے لئے میں نے سکیم بنائی ہے۔ وہ فتن خدا تعالے کے فضل سے دور ہو جائیں۔ اور چھ سات ماہ کے بعد ہی

ایک نیا رنگ

دنیا میں پیدا ہو جائے

میں

اللہ تعالے سے دعا

کرتا ہوں۔ کہ وہ ہماری جماعت کی اصلاح فرمائے اور اسے یہ سمجھنے کی توفیق دے۔ کہ ایک ایک سکینڈ جو ضائع جا رہا ہے۔ یہ ہمیں بہت بڑی مشکلات میں مبتلا کرنے والا اور اسلام کو نقصان پہنچانے والا ہے ٭

احمدی احباب کو ضروری اطلاع

ایس ظہور احمد صاحب اینڈ سنز سیالکوٹ احمدی ہیں وہ اپنے تجارتی کاروبار کو وسعت دینے کے لئے ان کے ٹریولنگ ایجنٹس دورہ کرنے والے ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ احمدی احباب اگر ان کی مناسب امداد ترقی تجارت کے لئے کریں۔ تو مجھے خوشی ہو گی۔ احباب کو چاہیئے کہ ایس ظہور احمد صاحب اینڈ سنز کا ٹریولنگ ایجنٹ جس جس شہر میں جائے۔ احمدی دوست اس کی پوری امداد کریں ٭

مجلس مشاورت کے موقع پر احراریوں کی فتنہ انگیزی

اکتوبر ۱۹۳۴ء میں جب قادیان کے قریب احرار کانفرنس منعقد ہوئی۔ تو جماعت احمدیہ کو حکام ضلع گورداسپور نے اپنے لٹریچر کی اشاعت سے بھی روک دیا تھا۔ اور یہاں تک تاکید کر رکھی تھی کہ جو لوگ احمدیوں کی دوکانوں اور دفتروں میں آ کر کوئی رسالہ یا ٹریکٹ طلب کریں۔ انہیں بھی نہ دیا جائے۔ پولیس اس بارہ میں اس قدر فرض شناس واقعہ ہوئی تھی۔ کہ وہ کاغذ کا ایک ایسا ورق بھی کہ احرار کانفرنس کے پاس سے کسی کا گزرنا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ گویا احمدیہ لٹریچر کا پرزہ احراریوں کے لئے بم تھا۔ جس سے پولیس ان کو محفوظ رکھنا ضروری سمجھتی تھی۔ اسی طرح احراریوں نے بھی اعلان کر رکھا تھا۔ کہ اگر احمدیوں نے اس موقعہ پر کوئی لٹریچر تقسیم کیا۔ تو فساد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ ایک راہ رو احمدی کو اس جرم کی بناء پر پکڑ کر حوالہ پولیس کر دیا۔ کہ اس کی جیب میں دو ٹریکٹ تھے۔ جنہیں وہ اپنے ساتھ اپنے گاؤں سے جا رہا تھا ٭

اس کے علاوہ احرار کانفرنس کے موقعہ پر احمدیوں کے لئے ہر قسم کے اجتماع اور جلسے جلوس بند کر دیئے گئے تھے۔ لیکن اس کے برعکس جب جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہزارہا احمدی ہندوستان کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے تھے۔ احراریوں نے حد درجہ گندہ اور اشتعال انگیز لٹریچر کثرت کے ساتھ تقسیم کیا۔ ایک مولوی کو امرتسر سے بلا کر اس کا جلوس نکالا۔ جس میں نہایت دل آزار اشعار پڑھے گئے۔ اور پھر لوگوں کو ارد گرد کے دیہات سے بلا کر جلسہ کیا۔ جس میں سخت بدزبانی کی۔ ان تمام باتوں کی مقامی افسروں کو اطلاع دی گئی۔ اور انصاف کے نام پر ان سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ جو پابندیاں احرار کانفرنس کے موقعہ پر احمدیوں پر عائد کی گئی تھیں۔ وہی احمدیوں کے سالانہ جلسہ پر احراریوں کے لئے کیوں ضروری نہیں۔ تو وہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے۔ لیکن احراریوں کی اشتعال انگیزیوں کو روکنے کی کوئی کوشش نہ کی ٭

اسی طرح مجلس مشاورت کے موقعہ پر احراریوں کی طرف سے ایک نئی شرارت کا آغاز یوں کیا گیا۔ کہ اس سے قبل ان کا اڈا مسجد ارائیاں میں تھا۔ جو ایک محلہ کے اندر واقع ہے۔ لیکن اب ان لوگوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز اس مسجد کو بنا لیا۔ جو اس شارع عام پر واقع ہے۔ جو احمدیوں کی عام گزرگاہ ہے۔ اور جس کے ارد گرد بکثرت احمدیوں کے مکانات ہیں۔ چنانچہ مجلس مشاورت کے موقعہ پر پھر امرتسر سے ایک احراری ملا کو بلا کر رات کے وقت تقریر کرائی گئی۔ جس میں احمدیوں کے متعلق سخت بدزبانی کی گئی۔ عقائد جماعت احمدیہ کو بالکل غلط رنگ میں پیش کر کے لوگوں کو شرارت کرنے کے لئے اشتعال دلایا گیا۔ لیکن ان افسروں نے جو حکومت کی طرف سے قادیان میں مقرر ہیں۔ احراریوں پر کوئی پابندی عائد نہ کی۔ اور اس طرح برسر عام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگان جماعت کی ہتک کر کے جماعت احمدیہ کی سخت دل آزاری کی گئی۔ یہ حکام کی صریح جانب داری نہیں تو اور کیا ہے ٭

منڈی مویشیاں کے موقع پر امرتسر میں تبلیغ احمدیت

امرتسر ۲۲ اپریل اس سال منڈی مویشیاں، تا ۲۱ اپریل تھی۔ یہ منڈی سال میں دو دفعہ لگتی ہے۔ ایک دیوالی کے تہوار پر دوسرے بیساکھی کے موقعہ پر۔ پنجاب کے اطراف و جوانب سے بیوپاری آتے ہیں۔ بلکہ پنجاب کے ہمسایہ صوبجات سے بھی سوداگر آتے ہیں۔ بعض ریاستوں کے روساء بھی آتے ہیں۔ اسی طرح فوجی رسالوں کے افسر بھی گھوڑے خریدتے ہیں۔ بیساکھی کے تہوار کی وجہ سے ہندو سکھ بھی بتعداد کثیر آتے ہیں۔ اور عام ضروریات کی اشیاء کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ غرض خلقت کا بے حد ہجوم ہوتا ہے۔ اور زیادہ طبقہ دیہاتیوں کا ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر تبلیغ کرنے سے پیغام احمدیت پنجاب کے دیہات اور دور دراز مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ امرتسر نے اس سال بھی سالہائے گذشتہ

خریداران الفضل جن کو وی پی ہونگے

مفصلہ ذیل فہرست ہے۔ ان خریداروں کی جن کا چندہ ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء سے ۱۵ مئی ۱۹۳۸ء تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ اور جن جن احباب کے ذمہ ۶؍ روزانہ اخبار ہونے کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے۔ ان کے نام مئی ۱۹۳۸ء کے پہلے ہفتہ میں وی پی ہونگے۔ احباب وصول کرنے کے لئے تیار رہیں۔ مینجر

۱ میاں غلام حسین صاحب
۸۹ ڈاکٹر محمد منیر صاحب
۹۷ حاجی عبدالعظیم صاحب
۱۳۱ چوہدری نذیر احمد صاحب
۱۳۲ چوہدری محمد عبداللہ صاحب
۱۳۶ میاں محمد شریف صاحب
۱۵۰ بابو محمد افضل خان صاحب
۱۶۱ پیر حاجی احمد صاحب
۱۷۷ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب
۱۸۱ منشی غلام حیدر صاحب
۱۹۶ ڈاکٹر محمد صدیق صاحب
۲۰۳ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب
۲۱۰ ماسٹر خیر الدین صاحب
۲۵۸ بابو اکبر علی صاحب
۲۶۵ چوہدری غلام محمد صاحب
۲۶۷ میاں محمد غوث صاحب
۳۰۳ مولوی کرم داد خان صاحب
۳۲۷ ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب
۳۲۹ نواب اکبر یار جنگ صاحب
۳۶۲ بابو عبدالغفور صاحب
۳۶۵ منشی حامد حسین صاحب
۳۷۷ محمد امیر صاحب
۴۰۷ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب
۴۷۰ چوہدری مولا بخش صاحب
۴۸۲ ملک عبدالعزیز صاحب
۵۴۰ سعد اللہ خان صاحب
۵۵۷ منظور علی صاحب
۶۱۶ چوہدری غلام سرور صاحب
۷۹۳ مولوی عمر الدین صاحب
۸۷۰ مولوی نیاز محمد صاحب
۸۷۳ مستری مہر اللہ صاحب
۹۲۷ بابو عبید اللہ صاحب
۹۷۹ خوشی محمد صاحب
۱۰۵۱ ماسٹر محمد پریل صاحب
۱۰۵۳ حاجی نظیر خان صاحب

۱۰۷۴ منشی سلطان عالم صاحب
۱۱۶۵ حاجی عبدالقدوس صاحب
۱۱۷۶ شیخ معراج الدین صاحب
۱۲۷۸ اللہ رکھا و کرم الٰہی
۱۲۸۵ چوہدری غلام جیلانی خان صاحب
۱۲۹۸ شیخ عبدالعزیز صاحب
۱۳۲۶ ایم محمد رفیع صاحب
۱۳۷۸ میاں نیاز محمد صاحب
۱۴۱۵ شرف الدین صاحب
۱۴۳۰ بابو محمد شفیع صاحب
۱۴۹۲ چوہدری محمد حیات خان صاحب
۱۵۰۴ ایم احمد صاحب
۱۵۴۰ بابو حیات محمد صاحب
۱۵۶۹ قاضی محمد شریف صاحب
۱۶۲۶ عطاء اللہ صاحب
۱۶۳۰ چوہدری فتح الدین صاحب
۱۶۷۱ عبدالغفار صاحب
۱۷۰۵ ڈاکٹر گوہر الدین صاحب
۱۷۰۹ ماسٹر شیر عالم صاحب
۱۷۱۷ چوہدری بشارت علی خان صاحب
۱۷۲۲ چوہدری عبدالمالک صاحب
۱۷۴۱ جان محمد صاحب
۱۸۱۷ بابو اللہ بخش صاحب
۱۸۳۶ عبدالستار صاحب
۱۸۳۸ منشی بلند خان صاحب
۱۸۹۲ محمد حسین صاحب
۱۹۱۱ جان محمد صاحب
۱۹۱۳ عبداللہ خان صاحب
۱۹۲۱ چوہدری مصاحب علی صاحب
۱۹۹۵ سردار خان صاحب
۲۰۴۵ ایم محمد عظیم صاحب
۲۱۶۰ میاں ابراہیم صاحب
۲۱۷۲ عنایت اللہ خان صاحب
۲۱۷۴ میر کلیم اللہ صاحب
۲۲۳۱ میر سکندر علی صاحب

۲۲۷۱ شیخ محمد آصف زمان صاحب
۲۳۲۹ نصیر احمد صاحب
۲۴۴۰ شیخ عبدالحمید صاحب
۲۴۹۸ عنایت حسین خان صاحب
۲۵۰۸ مولوی نظام الدین صاحب
۲۵۳۵ حکیم ابو طاہر محمد صاحب
۲۵۴۶ سید صادق علی صاحب
۲۵۴۷ شجاعت حسین صاحب
۲۵۸۲ چوہدری نعمت خان صاحب
۲۵۹۶ سلطان محمد صاحب
۲۶۳۲ وزیر علی صاحب
۲۶۵۵ شیخ عطاء اللہ صاحب
۲۶۶۴ ایم اے رشید صاحب
۲۷۱۰ خان بہادر محمد دلاور خان صاحب
۲۷۲۰ میر امام بخش صاحب
۲۷۲۳ چوہدری اللہ دتہ صاحب
۲۷۴۰ چوہدری عطا محمد صاحب
۲۷۸۱ مہدی حسن صاحب
۲۸۳۵ ملک عزیز اللہ صاحب
۲۸۵۲ محمد حنیف صاحب
۲۸۶۳ سلطان سرخرو صاحب
۲۸۷۱ ملک صاحب خان نون
۲۹۴۱ ڈاکٹر پیر بخش صاحب
۲۹۴۷ خانصاحب کرنل اوصاف علی خانصاحب
۲۹۹۴ ابو اصغر محمد رفیق صاحب
۳۱۲۰ بقاء اللہ صاحب
۳۱۷۰ غلام حسین صاحب
۳۱۷۷ ڈاکٹر محمد رفیع خان صاحب
۳۲۴۷ روشن دین صاحب
۳۲۹۲ عبدالرزاق صاحب
۳۲۹۹ فضل الٰہی صاحب صوفی
۳۴۱۶ مولوی مبارک علی صاحب
۳۴۷۳ ہدایت اللہ صاحب
۳۴۹۲ نیک عالم صاحب
۳۵۰۹ فضل احمد صاحب
۳۵۱۵ محمد شفیع صاحب
۳۵۲۹ شمس الدین صاحب
۳۵۸۳ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب
۳۵۹۶ مظفر الدین صاحب
۳۶۱۱ منشی جھنڈے خان صاحب
۳۶۷۲ ڈاکٹر محمد یوسف شاہ صاحب
۳۷۲۵ مرزا اکبر بیگ صاحب
۳۷۳۵ بابو اللہ جوایا ظہور احمد صاحب

۳۷۵۹ بابو شمس الدین صاحب
۳۸۴۴ منشی الطاف حسین خانصاحب
۳۸۹۰ ڈاکٹر سراج الدین صاحب
۳۸۹۷ مستری عطاء الرحمٰن صاحب
۳۹۲۵ محمد حسین خانصاحب
۳۹۴۸ ایم پی فخر الدین صاحب
۳۹۹۳ احمد صاحب احمدی
۴۰۱۲ چوہدری فضل الٰہی صاحب
۴۰۱۶ شیخ فضل الرحمٰن صاحب
۴۰۲۴ چوہدری جلال الدین صاحب
۴۰۶۴ چوہدری محمد لطیف صاحب
۴۱۲۳ چوہدری نظام الدین صاحب
۴۱۹۱ قمر الدین صاحب
۴۱۹۳ ڈاکٹر مطلوب خان صاحب
۴۳۰۲ ملک سلطان محمد خانصاحب
۴۳۴۱ سوبیر خان صاحب
۴۳۴۳ عبدالقادر صاحب
۴۳۹۸ ایم کے عابد شریف صاحب
۴۴۰۵ ملک محمد حنیف خان صاحب
۴۴۲۳ منشی کریم بخش صاحب
۴۴۷۶ ملک غلام رسول صاحب
۴۵۳۰ خدا بخش صاحب
۴۵۸۱ سید محمد عقیل صاحب
۴۶۲۴ مرزا محمد علی بیگ صاحب
۴۶۳۶ غلام محمد صاحب
۴۶۶۹ سید غلام رسول صاحب
۴۶۸۵ ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب
۴۷۰۶ چوہدری محمد حسین صاحب
۴۷۱۰ غلام نبی صاحب
۴۷۴۸ چوہدری ابو الہاشم خان صاحب
۴۷۵۹ حافظ عبدالسلام صاحب
۴۷۹۱ رسالدار محمد یعقوب خان صاحب
۴۸۰۰ ڈاکٹر عبدالوحید صاحب
۴۸۲۳ ایم شرف الدین صاحب
۴۸۶۰ امام بخش صاحب
۴۹۲۵ چوہدری عبدالرحیم صاحب
۴۹۸۶ چوہدری خان محمد صاحب
۵۰۴۹ شریف احمد صاحب
۵۲۳۱ چوہدری محمد بخش صاحب
۵۲۳۷ جان محمد صاحب
۵۲۷۷ بابو اعجاز حسین صاحب
۵۳۱۶ خلیل شاہ صاحب
۵۳۳۰ چوہدری سردار خان صاحب

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لاہور۔ ۲۱ راپریل لوکل سیلف گورنمنٹ کانفرنس میں مسٹر پرتھوی سنگھ صدر راولپنڈی میونسپلٹی نے لوکل سیلف گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کا ریزولیوشن پیش کرتے ہوئے کہا کہ میونسپل نظام میں تمام خرابی فرقہ وار انتخابات کی وجہ سے ہے۔ جب تک مشترکہ انتخابات نہ ہوں۔ حالت نہیں سدھر سکتی۔ اور دوسری خرابی حکومت کی مداخلت ہے۔ اصل ریزولیوشن پاس ہوگیا۔ انسٹی ٹیوٹ کے صدر وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ اور نائب صدر بیگم شاہنواز مقرر کی گئیں۔

نیلور۔ ۲۰ راپریل۔ ایک قریبی گاؤں میں ایک ہندو کی گائے کا گوبر ایک مسلمان لڑکے نے اٹھا لیا۔ اس وجہ سے ہندوؤں نے اسے زدوکوب کیا۔ بعض مسلمانوں نے اس ہندو کو پکڑ کر مارا۔ اور اس طرح فرقہ وار فساد ہوگیا۔ جس میں نو مسلمان اور چار ہندو زخمی ہوئے۔

دہلی۔ ۲۰ راپریل۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے بھوپال میں دو انگریز افسروں کو تعینات کیا ہے۔ جن میں سے ایک فنانس کا اور دوسرا پولیس کا چارج لیگا۔

لاہور۔ ۲۱ راپریل۔ حمایت اسلام کے جلسہ میں گھس کر بعض احرار نے مطالبہ کیا۔ کہ احمدیوں کو کافر قرار دیئے جانے کا ریزولیوشن پاس کیا جائے۔ لیکن صدر جلسہ اور دیگر ذمہ دار ارکان نے اس سے انکار کر دیا۔ اس پر ان لوگوں نے شور کرنا شروع کر دیا۔ اور ہاتھا پائی پر آمادہ تھے۔ کہ متقدر مسلمانوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ آخر اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ دوپہر کے اجلاس میں ان فتنہ پسندوں نے پھر بھی شورش پیدا کر دی۔ اور اپنے مجوزہ ریزولیوشن پاس کرانے پر اصرار کیا۔ آخر منتظمین نے اجلاس غیر معین عرصہ تک برخاست کر دیا۔ بیرون پنجاب سے آئے ہوئے مقتدر مسلم رہنماؤں نے اس شرارت سے سخت بیزاری کا اظہار کیا۔

دہلی۔ ۲۰ راپریل۔ رامپور سے ریاست کے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے۔ کہ نواب صاحب اور آپ کے خاندان کے لئے چھ لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ایک پیسہ نہ خرچ کر سکیں گے۔ اسی چھ لاکھ میں سے آپ کے متعلقین کے الاؤنس مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ آپ ایڈمنسٹریشن میں کوئی دخل نہیں دے سکتے۔ اور تمام محکمے مسٹر سائمن آئی سی ایس کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں۔ پولیس اور فوج بھی انگریز افسروں کے ماتحت کر دی گئی ہے:۔

الہ آباد۔ ۲۰ راپریل۔ یو۔ پی کے آرمی کنٹریکٹروں سے دریافت کیا گیا ہے۔ کہ جنگ شروع ہونے کی صورت میں وہ فوج کو کس قدر راشن مہیا کر سکتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ یورپ کی فضا میں پیدا شدہ تغیرات کے نتیجہ میں ہے:۔

جنیوا۔ ۱۹ راپریل۔ جرمنی میں جبریہ بھرتی کے متعلق لیگ کونسل میں مذمت کا ریزولیوشن پاس ہونے کے بعد ترکی نمائندہ نے درہ دانیال کا سوال چھیڑ دیا۔ اور کہا۔ کہ معاہدہ کی رُو سے جو صورت حال قائم کی گئی تھی۔ اگر اس میں کوئی تبدیلی ہوئی۔ تو ترکی درہ دانیال کے متعلق مساوی حقوق کا مطالبہ کرے گی۔ سر جان سائمن نے کہا۔ کہ یہ سب چیزیں میرے ذہن میں ہیں روسی نمائندہ نے کہا۔ کہ میں ترکی کی خواہشات پر اعتراض نہیں کرتا۔ اس اعلان سے بین الاقوامی حلقوں میں اضطراب پیدا ہوگیا ہے۔

اندور۔ ۲۱ راپریل۔ آل انڈیا ہندی ساہتیہ سمیلن کی صدارت کے لئے گاندھی جی کو جو ایک لاکھ روپیہ ملا ہے۔ اُسے آپ ہندوستان میں ہندی کی ترویج پر صرف کرینگے۔ اس فیصلہ پر مبارکباد دینے کے لئے پنڈت مالویہ نے گاندھی جی کو ایک تار ارسال کیا ہے۔ جس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ہندی کو ہندوستان میں کی قومی زبان بنانے کے باب میں آپ سے زیادہ کسی نے کام نہیں کیا۔

جرمنی آئندہ جنگ کے لئے خوفناک تیاریاں کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ متعدد لیبارٹریوں میں ایک ایسی شعاع تیار کی جارہی ہے۔ جس کی نمائش سے فضا میں پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں کے انجن فیل ہوجاتے ہیں۔ اور انہیں ایک لمحہ کے اندر زمین پر اتارا جا سکتا ہے۔

ٹوکیو (بذریعہ ڈاک) خانہ جنگی کے باوجود سنٹرل گورنمنٹ برابر فوجی تیاریوں میں مصروف ہے۔ اسلحہ کی تیاری کی ایک سکیم مرتب کی گئی ہے جس کی رُو سے تین سال کے اندر چین کا ہوائی بیڑہ تین ہزار ہوائی جہازوں پر مشتمل ہوگا۔

حکومتِ ایران نے صدر جمہوریہ ترکی اور شاہ عراق کو دعوت دی ہے۔ کہ مئی میں اصفہان آکر ایک ایسی کانفرنس میں شامل ہوں۔ جو ممالک اسلامیہ کو متحد کرنے کے لئے منعقد کی جارہی ہے۔ اس میں حجاز۔ مصر اور افغانستان کے نمائندے بھی شریک ہونگے ایک ہندوستانی وفد کی شمولیت کی بھی توقع ہے۔ جو غالباً سر محمد اقبال اور مسٹر جناح پر مشتمل ہوگا۔

قادیان ۲۲ راپریل دارالفضل کی مسجد سے گذشتہ شب کلاک چوری ہوگیا صبح کسی کے اطلاع دینے پر کہ ایک شخص بٹالہ کی طرف لئے جارہا ہے۔ سائیکل پر ملزم کا تعاقب کرکے اسے نہر پر پکڑ لیا گیا۔ اور قادیان واپس لاکر حوالہ پولیس کر دیا گیا۔ ملزم ضلع گجرات کا ایک غیر احمدی اور احراریوں کا ہم عقیدہ ہے۔ جو چند روز ہوئے یہاں آیا تھا۔

سر ایلبین بینرجی جو ایک عرصہ تک حکومت کشمیر کے وزیر خارجہ و سیاسیہ رہ چکے ہیں۔ اور جنہوں نے کشمیر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا اظہار دنیا کے سامنے کیا ہے۔ حال میں ایک مضمون ماڈرن ریویو میں شائع ہوا ہے۔ جس میں آپ نے لکھا ہے۔ کہ انگریزوں کو کشمیر پر جلد از جلد قابض ہوجانا چاہئے۔ کیونکہ پان اسلامزم کی تحریک ترقی پر ہے۔ اور کاشغر وغیرہ اسلامی سلطنتیں ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے کشمیر کو گذرگاہ نہ بنا سکیں۔ اور دوسرے اس وجہ سے بھی یہ ضروری ہے۔ کہ چین پر قبضہ جمانے کے بعد خطرہ ہے کہ جاپان گلگت کے راستہ سے ہندوستان پر حملہ آور نہ ہو۔

ریاست کشمیر میں معزز معاصران انقلاب و سیاست کے داخلہ پر جو پابندیاں عاید تھیں۔ اور جن کے ہٹائے جانے کی طرف آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن نے حکومت کشمیر کو توجہ دلائی تھی۔ وہ ہٹا دی گئی ہیں۔ اور اب یہ دونوں اخبار ریاست میں جا سکتے ہیں۔

نئی دہلی۔ ۲۰ راپریل۔ مراد آباد کے ایک ہندو کے ہاں بیک وقت چار بچے پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک کی شکل بندر کی ہے۔ دو بچے پیدا ہوتے ہی فوت ہوگئے۔

لندن۔ ۲۰ راپریل۔ لیگ کونسل کے مذمت کے ریزولیوشن کے جواب میں حکومت جرمنی نے برطانیہ نیز دیگر متعلقہ گورنمنٹوں کو ایک نوٹ ارسال کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ان حکومتوں کو اپنے آپ جرمنی کا جج بننے کا کوئی حق نہیں۔

شملہ ۲۰ راپریل۔ کریمینل لاء امینڈمنٹ ایکٹ چونکہ اس سال ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے اس ایکٹ کو مستقل بل کی صورت دیدینے کے متعلق حکومت کی طرف سے ایک مسودہ قانون غالباً اسمبلی کے شملہ سیشن میں پیش کیا جائیگا جسے پاس کرنے سے اگر اسمبلی نے انکار کر دیا تو گورنر جنرل اسے اپنے مخصوص اختیارات سے پاس کر دینگے۔

ترکی کے بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ ہٹلر اس وقت جو کچھ کر رہا ہے۔ اور جرمنی میں جو جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ان کے پیچھے قیصر کا ہاتھ ہے۔ وہ چونکہ خود سامنے نہیں آنا چاہتا۔ اس لئے پس پردہ یہ سب کچھ کرا رہا ہے۔

مراکش ۱۹ راپریل۔ الجزائر اور ٹیونس کی وطن پرست جماعت نے حکومت کے پاس ایک میموریل بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ہمارے لئے فوجی تعلیم کا باضابطہ انتظام کیا جائے۔ اور فوجی مدارس میں ذریعہ تعلیم عربی ہو۔ تعلیم نسواں۔ دینیات کی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔ پولیس اور خزانہ پر اختیار دیا جائے۔ فوج کو پانچ سال کے عرصہ میں بالکل ملکی بنا دیا جائے۔ دیگر ممالک سے معاہدات وغیرہ کرنے کے لئے ہم آزاد ہوں ورنہ وہ اس وقت تحریک آزادی کو جاری رکھیں گے۔ جب تک فرانس ان کے ملک کو آزاد نہ کر دے۔

بمبئی ۱۹ راپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ انجنیروں کی ایک جماعت شیراز گئی ہے۔ جو شیخ سعدی کے مقبرہ کی نئی تعمیر کے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ وزیر تعلیم کے پیش کریگی۔ اس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوگا۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی۔